

بنائے لالہ

چلچلاتی دھوپ آفتاب نصف النہار کا جلال اپنے شباب پر تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اپنی تیز دھار کرنوں سے زمین کو جلا کر خاک کر دے گا۔ لیکن زمیں بھی آفتاب کی حملہ آور تپش کے مد مقابل فضا میں اس کی سوزشوں کا جواب دے رہی تھی۔ برہنہ سر و پاہاتھوں کو زنجیر سے خود کو جکڑ کر لباس شاہی سے گریز کرتا ہوا ایک لشکر کے ساتھ پیدل ایک فقیر کے مزار کی طرف اکبر آباد سے اجیر کی طرف غربت زدہ کی طرح سفر کر رہا تھا۔ وہ دور تھا جب کبھی صاف ستھری لمبی سڑکوں پر سفر سامنے تھا تو کبھی بنجر زمین تھی اور کہیں خار و خاشاک مسافر کے لئے سدّ راہ تھے مسافر ضدی تھا۔ دُھن کا پکا تھا لکن لگی ہوئی تھی ایک مراد کی یہ کہتا ہوا جا رہا تھا۔ آج بادشاہ فقیر کی صورت ایک فقیر کی بارگاہ میں جا رہا ہے۔ سطوت شاہی کو کوسوں پیچھے چھوڑ کر مسائل فقر کا مارا۔ محتاج ہے حاجت ہے ایک اولاد کی۔ یہ برصغیر ہندوستان کا شہنشاہ اکبر اعظم تھا۔ ہندوستان کی سر زمین پر دور دور تک پھیلی ہوئی سلطنت کے ہر گوشہ میں اسی کا انتظام و انصرام آئین اکبری کے تحت انجام پا رہے تھے۔ اس زمانہ میں رات رات تھی دن دن تھا۔ صبح کا گجر بجنے کے بعد بستیاں جاگ اٹھتی تھیں۔ بازاروں میں چہل پہل لشکر کی چھاونیوں میں تلوار و تیر و تبر کی مشقیں، ہلکاروں کی آمد و رفت دکھائی دینے لگتی تھی۔ ایسی ہی ایک صبح کو وہ عظیم شخصیت جسے اکبر اعظم کہتے ہیں ایک فقیر اور حاجت مند کی صورت اپنے محل سر کو چھوڑ کر سلیم چشتی کی مزار کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب مزار پر پہنچا تو سر پر گردِ سفر۔ چہرے پر تھکن کے آثار، پسینہ میں شرابور، ایک فقیر کے در پر کھڑا ہاتھ پھیلائے مانگ رہا تھا۔ ایک اولاد کی مراد لے کر آیا ہوں خواجہ۔ آج میں بادشاہ نہیں ہوں آج میں حاکم نہیں ہوں، محکوم ہوں، آج میں بے بس، بے چارہ، تہی دست، تہی دامن، مجبور تیری بارگاہ میں آیا ہوں کہ اگر تو چاہے تو میری سفارش کر دے اس قادر مطلق خدائے یک و تنہا جسکی قدرت ہر شے پر غالب ہے کہ وہ اس بندہ ناچیز کو ایک اولاد سے نواز دے۔

یہ وہ اکبر اعظم ہے جس کے نور تن میں ابو الفضل اور فیضی جیسی علمی شخصیتیں تھیں جن کا علمی عروج ایسا تھا کہ قلمدان وزارت خارجہ کی وساطت سے بیرون ملک کے ممالک ہندوستان کو ایک مضبوط اور غیر مفتوح حکومت تصور کرتے تھے۔ ”انشائے ابو الفضل“ کتاب کی شکل میں آج بھی موجود ہے ان کے تبحر علمی کی شاہد ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار اسی زمانہ کے ایک جلیل القدر شیعہ عالم تھے۔

کاش اے کاش اکبر اعظم نے جس کا عہد حکومت سولھویں اور سترھویں صدی کے درمیان تھا اپنی حسرتوں کے ہجوم سے کسی مایوسی کی اندھیری رات میں عقل و خرد کا چراغ لے کر ابو الفضل کے والد بزرگوار کے پاس آکر دوزانو بیٹھ جاتا۔ ادب سے گزارش کرتا کیا کوئی دین اسلام کا دین پناہ ہے۔ کیا کوئی تاریخ میں ایسا واقعہ ملتا ہے جس نے لالہ کی بنیاد کو اس ارض خاکی پر مستحکم کیا ہو۔ کیا کوئی ایسا بندہ الہ ہے جو زمین کے ساتھ افلاک کی بستیوں پر بھی خدائے بزرگ و بالا کی طرف سے حاکمیت رکھتا ہو۔ جو اس کے بے شمار بندوں کی تقدیر سے واقف بھی ہو اور اسے عطا کرنے کی اجازت بھی ہو۔ تو شاید اسے جواب ملتا۔ سن اے بے بس، بے چارہ، یکس مایوس حسرت زدہ شہنشاہ ہند ذرا پلٹ کر ایک ہزار برس قبل کی تاریخ کو پڑھ لے مرسل اعظم

امام حسین علیہ السلام کی مدد اور امام زمان کی مدد

خداوند عالم نے اس دنیا کے انسان کو کمال حاصل کرنے کے لئے بنایا ہے اور اللہ نے انتظام بھی کچھ ایسا کیا ہے کہ اگر حضرت انسان اس کے بنائے ہوئے قانون اور طریقہ پر چلے تو بڑی آسانی سے دنیا اور آخرت میں کامیابی کی منزلیں طے کر سکتا ہے، لیکن جناب آدم علیہ السلام کے زمانے سے آج تک دنیا میں اکثر لوگوں نے نہ ہی الہی قانون کو شعار بنایا ہے اور نہ ہی تعلیمات الہی پر پوری طرح عمل کیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر لوگوں نے گمراہی اور ضلالت کا راستہ اختیار کیا ہے اور ہمیشہ اولیاء الہی، انبیاء اور اماموں کو شہید کیا ہے، چونکہ ان جرائم کے باوجود اللہ کی سنت ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ ہدایت اور رہنمائی کا انتظام مسلسل ہوتا رہے اور دنیا میں فساد اور گمراہی نہ پھیل سکے اسی لئے مختلف قوموں کی گمراہیاں حد سے زیادہ بڑھنے کے باوجود کبھی اللہ نے انہیں عذاب میں مبتلا کیا اور کبھی ان کے توبہ کرنے سے انہیں معاف کر دیا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک نبی رحمت، دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے اور ۲۳ سال میں ایک ایسا عظیم انقلاب برپا کر دیا جس کی نظیر نہیں ملتی ہے لیکن اس کے باوجود پیغمبر اکرم ﷺ کی الہی تعلیمات کا کیمیائی اثر کچھ ہی لوگوں پر ہوا ہے اور اکثر لوگ شیطان کے فریب سے خواب غفلت میں سوتے رہے اور جب شیطان نے ان کے دلوں میں اپنی پوری نسل تیار کر لی تو یہ لوگ ہدایت کا چراغ بجھانے کے لئے کربلا میں آگئے لیکن قادر مطلق نے شیطانی وسوسہ اور گمراہی، کو طالبان حق کے لئے اتنا واضح اور روشن کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ قیامت تک کوئی اس پر گرد بھی ڈال نہ سکے اسی لئے اس انقلاب کی بنیاد ایسے فطری عناصر پر رکھی کہ دنیا کا ہر انسان اس پر سرسری نظر ڈالنے کے باوجود حق مانے بغیر نہیں رہ سکتا ہے اور اس کے دل میں ظلم اور فساد کے خلاف ایسی چنگاری پیدا کر دیتا ہے جو ہر شیطانی فساد کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ اسی وجہ سے کربلا کے میدان میں جس عظیم انقلاب کی

بنیاد ڈالی گئی تھی اسی میدان میں اس عظیم انقلاب کا بھی اعلان کیا گیا تھا جو دنیا کو تمام ظلم و جور سے پاک کر کے عدل و انصاف کا پرچم لہرا دے گا۔ زیر نظر مضمون میں طائرانہ نظر اس انقلاب کی بنیاد پر ڈالنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے تاکہ عظیم انقلاب کے انتظار کرنے والوں کی خدمت میں یہ گوش گزار کرایا جاسکے کہ امام حسین علیہ السلام کے مشن اور انقلاب کو یاد کئے بغیر ”اصحاب حسین کی خصوصیات کو اپنائے بغیر کوئی شخص اس عظیم انقلاب میں سہیم نہیں ہو سکتا ہے اس کی دلیل امام حسین علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی ہے جو انھوں نے اپنے جد بزرگوار پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل کیا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں اپنے اصحاب سے فرمایا:

فَقَدْ أَخْبَرَنِي جَدِّي أَنَّ وَكَدَيْ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُقْتَلُ
بِطِفِّ كَرْبَلَاءَ، وَحَيْدًا عَطَشَانًا، فَمَنْ نَصَرَكَ فَقَدْ نَصَرَني وَنَصَرَ
وَكَدَا الْقَائِمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(نوائد المشاہد ص ۴۶۶)

بہ تحقیق میرے جد نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین کربلا میں، غربت و تنہائی اور پیاسا شہید کیا جائے گا۔ پس جس نے اس کی مدد کی یقیناً اس نے میری اور اس کے فرزند (قائم علیہ السلام) کی مدد کی ہے یعنی امام حسین علیہ السلام کے اصحاب خود امام زمانہ علیہ السلام کے اصحاب و انصار ہیں، گویا کربلا کے میدان میں امام حسین علیہ السلام کے ہم رکاب جنگ کرنے والے نے امام زمانہ علیہ السلام کی مدد کے لئے قدم آگے بڑھایا ہے۔

اصحاب حسین علیہ السلام کی خصوصیات

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب باوفانے اپنے ولی نعمت کے لئے انسانی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ۔ یعنی اپنی جان کو نثار کر دیا اور شہداء کے سرداروں

کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

وَ خَيْرُ الْخَلْقِ وَ سَيِّدُهُمْ بَعْدَ الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ابْنِي، أَخُوهُ
الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَظْلُومُ بَعْدَ أَخِيهِ، أَلْبَقْتُولُ فِي أَرْضِ
كَرْبٍ وَ بَلَاءٍ، أَلَا أَنَّهُ وَ أَصْحَابُهُ مِنْ سَادَاتِ الشُّهَدَاءِ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ

(بخارج ۳۶ ص ۲۵۳)

بہترین مخلوق اور ان کا سردار میرا بیٹا حسن ان کے بھائی حسین
ہے جو اپنے بھائی کے بعد مظلوم ہو گا۔ بلا و مصیبت کی سر زمین
کربلا میں شہید کیا جائے گا۔ جان لو کہ وہ اور ان کے اصحاب
قیامت کے دن شہیدوں کے سرداروں کی فہرست میں ہوں
گے۔

امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی شہادت سے پہلے تک، جناب حمزہ بن
عبدالمطلب کا لقب سید الشہداء تھا اور ۶۱ ہجری کے عاشورہ کے بعد یہ لقب
عام طور سے امام حسین علیہ السلام کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور امام کے
اصحاب بھی امام حسین علیہ السلام کے صدقے میں شرافت اور سرداری کے
منصب دار ہیں۔ اور شہداء کے سرداروں کی فہرست میں شامل ہو جاتے
ہیں۔

چونکہ ان لوگوں نے اپنی جان، محبت، معرفت اور اخلاص سے اپنے امام
کی مدد کرتے ہوئے اپنی قربانیوں کو پیش کیا اس لئے اپنے امام کی مدد میں
سب سے عظیم رتبہ کو کسب کر لیا امیر المومنین علیہ السلام بھی اہل بیت علیہم السلام کی
نصرت کو سب سے عظیم اور بلند مرتبہ مدد اور نصرت ان کے دشمنوں
سے جنگ کرنے کے بارے میں ہی فرماتے ہیں:

مَنْ أَحَبَّنَا بِقَلْبِهِ وَأَعَانَنَا بِلِسَانِهِ وَقَاتَلَ مَعَنَا أَعْدَاءَنَا بِيَدِهِ
فَهُمْ مَعَنَا فِي دَرَجَتِنَا. وَمَنْ أَحَبَّنَا وَأَعَانَنَا بِلِسَانِهِ وَلَمْ يِقَاتِلْ
مَعَنَا أَعْدَاءَنَا فَهُوَ أَسْفَلُ مِنْ ذَلِكَ بِدَرَجَةٍ.

(بخارج ۲ ص ۸۹ ج ۳۹)

جو شخص ہمیں دل سے چاہتا ہو اور اپنی زبان سے مدد کرتا ہو اور
ہمارے ساتھ، ہمارے دشمنوں سے لڑے۔ پس (قیامت) میں
ہمارے ساتھ اور ہمارے درجہ میں ہو گا۔ اور جو شخص ہم کو
چاہتا ہے اور اپنی زبان سے مدد کرتا ہے لیکن ہمارے ساتھ
ہمارے دشمنوں سے جہاد نہ کرے، وہ نچلے درجہ میں ہو گا۔

اس حدیث سے نتیجہ نکلتا ہے کہ دشمنان اہل بیت سے لڑنا اور اپنی جان
قربان کرنا امام کی مدد کرنے میں سب سے عظیم رتبہ و منزلت ہے اور امام
حسین علیہ السلام کے اصحاب اس سلسلے میں سب سے بلند و بالا ہیں۔

جو لوگ غیبت امام زمانہ علیہ السلام کے زمانہ میں اپنی زندگی، شب و روز گزار
رہے ہیں، انھیں اللہ سے دعا کرنا چاہیے کہ اللہ انھیں ایک معرفت عطا
کردے جس سے وہ سمجھ جائیں کہ ہم امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں نہیں
تھے لیکن ہم اس راستے پر چلنے کی توفیق پانے کے لئے ہمہ جہت آمادہ ہیں۔

آج کے زمانے میں امام حسین علیہ السلام کی نصرت

امام حسین علیہ السلام ۶۱ ہجری میں شہید ہوئے۔ ہمیں آج ۲۷۲۱ سال گذر
چکے ہیں پھر بھی ہم امام کی نصرت کر سکتے ہیں اور اس راستے سے ہم امام
زمانہ علیہ السلام کی نصرت کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔ ایک راستہ امام حسین
علیہ السلام کی نصرت کا ان لوگوں کے لئے جو کربلا میں نہیں تھے یہ ہے کہ دنیا
میں اپنے دل کو امام علیہ السلام کی محبت سے لبریز کر لیں اور امام کی گہری محبت
سے اس عظیم رتبہ کو پالیں۔

جابر بن عبد اللہ انصاری پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باوفا صحابیوں میں سے ایک
تھے جنھوں نے امام حسین علیہ السلام کی امامت کا زمانہ دیکھا تھا لیکن عاشورہ کے
دن امام حسین کے لشکر میں شریک ہونے کی توفیق ان کو نہیں ملی تھی۔
جابر اسی سال چہلم میں امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کا شرف پاتے ہیں
چونکہ نابینا تھے اس لئے عطیہ کوفی سے درخواست کیا کہ میرا ہاتھ امام
حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر رکھ دو، پھر غم و اندوہ کی شدت کی بنا پر بے

ہوش ہو گئے اور قبر پر گر پڑے، جب ہوش آیا تین بار ”یا حسین“ کہا اور پھر کہتے ہیں:

حَبِيبٌ لَا يُجِيبُ حَبِيبَهُ

وہ دوست جو اپنے دوست کو جواب نہیں دیتا ہے۔

پھر امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا اور شہداء کی روحوں کو سلام کیا اور کہا: اس اللہ کی قسم جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہم آپ کے ساتھ جس چیز میں آپ داخل ہوئے، شریک ہو گئے۔

عطیہ نے جابر سے پوچھا! ہم نے دشت، بیابان کا سفر نہیں کیا اور نہ ہی ہم نے تلوار چلائی جب کہ ان کے بدن اور سر میں جدائی اور ان کے اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی ہو گئی اور ان کی عورتوں نے اپنے شوہروں کو کھو دیا۔ پس ہم کیسے ان کے ساتھ شریک ہو گئے؟ جابر نے جواب میں کہا:

يَا عَطِيَّةُ سَمِعْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشِبَ مَعَهُمْ، وَمَنْ أَحَبَّ عَمَلَ قَوْمٍ أَشْرَكَ فِي عَمَلِهِمْ...

اے عطیہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص کسی قوم کو پسند کرے، ان کے ساتھ محشور ہو گا اور جو شخص کسی گروہ کے کام کو پسند کرے گا تو ان کے عمل میں شریک ہو گا۔ پھر مزید کہتے ہیں:

وَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ إِنَّ نَيْتِي وَنَيْتَةَ أَصْحَابِي عَلَى مَا مَضَ عَلَيْهِ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَصْحَابُهُ

(بخاری ۱۰۱ ص ۱۹۶)

قسم اس خدا کی جس نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا، بے شک میری اور میرے دوستوں کی نیت ویسی نیت ہے جو امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کی تھی۔

جابر بن عبد اللہ انصاری نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے اللہ کا ایک قانون بیان کیا ہے۔ محبت، ایک قلبی اور اختیاری کام ہے جو انسان

کو اپنے محبوب تک پہنچا دیتی ہے اس لحاظ سے جو لوگ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں نہیں تھے۔ جس زمانے میں بھی ہوں وہ اپنی نیت اور محبت سے امام علیہ السلام کے ساتھ ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ امام علیہ السلام کے ہم رکاب جنگ کرنے کا ثواب بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ یعنی دنیا اور آخرت میں اصحاب امام حسین علیہ السلام کی فہرست میں شامل ہو سکتے ہیں۔ لیکن اہم نکتہ یہاں پر یہ ہے کہ اس قانون الہی کو تسلیم کرے یعنی دل و جان سے اس سنت الہی پر یقین کرے اور اس سلسلے میں اللہ کے وعدہ پر حسن ظن رکھے تاکہ اپنی نیت کے ذریعہ امام کے باوفا اور نصرت کرنے والے اصحاب میں شامل ہو جائے۔

اس بات میں مزید یقین پیدا کرنے کے لئے ایک اور حدیث امام صادق علیہ السلام کی نقل کرتے ہیں امام صادق علیہ السلام ۶۱ ہجری میں پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ امام باقر علیہ السلام اس سفر میں تقریباً پانچ سال کے تھے۔ اس کے باوجود امام صادق علیہ السلام خود اور اپنے تمام شیعوں کو کربلا کے شہداء کی فہرست میں قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں:

إِنِّي لَوْ أَخْرَجْتُ نَفْسِي مِنْ شُهَدَاءِ الطُّغُوفِ وَلَا أَعَدُّ ثَوَابِي أَقَلَّ مِنْهُمْ. لِأَنَّ مِنْ نَيْتِي النُّصْرَةَ لَوْ شَهِدْتُ ذَلِكَ الْيَوْمَ وَكَذَلِكَ شِيعَتُنَا هُمُ الشُّهَدَاءُ وَإِنْ مَاتُوا عَلَى فُرْشِهِمْ.

(کمال الکلام ج ۲ ص ۲۲۸)

میں اپنے آپ کو کربلا کے شہداء کی فہرست سے الگ نہیں سمجھتا اور نہ میں اپنے ثواب کو ان سے کم سمجھتا ہوں، کیونکہ میری نیت یہ ہے کہ میں اگر اسی روز کو پالیتا تو ضرور امام حسین علیہ السلام کی مدد کرتا۔ اسی طرح ہمارے شیعہ شہداء میں شمار ہوں گے اگرچہ انھیں اپنے بستر پر ہی موت آئی ہو۔

اسی طرح امام رضا علیہ السلام نے شیب کے بیٹے سے فرمایا:

جو پہلی محرم کو امام کی خدمت میں پہنچا تھا اس طرح لکھایا:

يا ابن شيبب: إِنَّ سَرَّكَ أَنْ يَكُونَ لَكَ مِنَ الثَّوَابِ مِثْلُ مَا لِبَن

اسْتُشْهِدَ مَعَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُقُلٌ حَتَّى مَا ذَكَرْتَهُ.
يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزُ فَوْزًا عَظِيمًا

(بخاری ۴۴ ص ۲۸۶)

اے شیب کے فرزند! اگر خوش ہونا چاہتے ہو کہ تمہیں بھی امام حسین علیہ السلام کے ساتھ شہید ہونے والے باوفا صحابیوں کا ثواب مل جائے تو جب بھی ان کی یاد آئے تو کہو: اے کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی پالیتا۔

امام عصر علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا نعرہ

ظہور کے زمانے میں امام زمانہ علیہ السلام کی ایک اہم ذمہ داری امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں سے انتقام لینا ہے یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ امام عصر کا ایک بنیادی نعرہ قرار دیا گیا ہے۔ ناحیہ مقدس کی ایک زیارت میں ہم امام زمانہ علیہ السلام سے اس طرح مخاطب ہوتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلٰی الْاِمَامِ الْعَالِمِ الْغَائِبِ مِنَ الْاَبْصَارِ وَالْحَاضِرِ فِي الْاُمُصَارِ، وَالْغَائِبِ مِنَ الْعِيُونِ وَالْحَاضِرِ فِي الْاَفْكَارِ، بِقِيَّتِهِ الْاَخْيَارِ الْاَوَارِثِ ذَا الْفَقَارِ، الَّذِي يُظَهِّرُنِي بَيْتِ اللّٰهِ الْاَحْرَامِ ذِي الْاِسْتِارِ وَيُنَادِي بِشَعَارِ يَا لَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ، اَنَا الطَّلِبُ بِالَاوتَارِ. اَنَا قَاصِمٌ كُلِّ جَبَّارٍ، الْقَائِمُ الْمُنْتَظَرُ ابْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ وَالْاَفْضَلُ السَّلَامُ.

(بخاری ۱۰۲ ص ۱۹۳ ص ۱۹۴)

عالم و آگاہ اور نظروں سے پوشیدہ امام پر سلام جو شہروں میں موجود ہے، نظروں سے پوشیدہ اور فکروں میں موجود، نیک لوگوں کا ذخیرہ، ذوالفقار کا وارث، وہی جو اللہ کے پردہ دار گھر سے ظاہر ہو گا اور خون حسین علیہ السلام کے انتقام کا نعرہ دے گا اور (کہے گا) کہ میں خون ناحب کا قصاص لینے والا ہوں۔ میں ہر ظالم و جابر کو ختم کر دوں گا اور میں وہ قائم ہوں جس کا لوگ انتظار کر رہے ہیں، امام حسن عسکری علیہ السلام کا بیٹا ان پر اور ان کے پاکیزہ

خاندان پر درود و سلام ہو۔

نعرہ عام طور سے ہر شخص کے مقصد کو اجاگر کرتا ہے، ظہور کے وقت امام زمانہ علیہ السلام کا خون امام حسین علیہ السلام کے انتظام کا نعرہ، اللہ اور امام علیہ السلام کے نزدیک اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ امام علیہ السلام کے اصحاب کی بھی امام علیہ السلام کی اتباع میں ایک صفت یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی توفیق کی آرزو ہے۔ امام صادق علیہ السلام ان کی صفات بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَتَمَنَّوْنَ اَنْ يُقْتَلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، شِعَارُهُمْ يَا لَثَارَاتِ الْحُسَيْنِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ..... بِهِمْ يَنْصُرُ اللّٰهُ اِمَامَ الْحَقِّ.

(بخاری ۵۲ ص ۳۰۸ ص ۱۸۳)

اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی تمنا کریں گے۔ یا لثارات الحسین کا نعرہ بلند کریں گے۔ اللہ ان کے ذریعہ امام برحق علیہ السلام کی مدد و نصرت کرے گا۔ یا لثارات الحسین کا معنی امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے کے لئے گریہ کریں گے۔ گویا یہ نعرہ امام زمانہ علیہ السلام کے عظیم انقلاب کا مظہر ہے۔ اس لحاظ سے امام زمانہ علیہ السلام کے باوفا صحابی بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم امام حسین علیہ السلام اور ان کے باوفا اصحاب کی معرفت زیادہ سے زیادہ حاصل کریں تاکہ ہمیں پتہ چل سکے کہ اس خون ناحب کے بہنے کی اہمیت اللہ کی نگاہوں میں کیا ہے، یہاں تک کہ اللہ نے تمام انبیاء، اولیاء اور اوصیاء اور اچھے لوگوں سے اس خون ناحب کا بدلہ لینے کے لئے اس عظیم امام کا وعدہ کیا۔ پس ضروری ہے کہ ہم امام حسین علیہ السلام کے باوفا اصحاب سے معرفت، محبت، اخلاص، فدکاری کو امام علیہ السلام کی راہ میں قربان کر دینا سیکھیں۔

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے حالات

امام حسین علیہ السلام کے اصحاب جب تک زندہ تھے انھوں نے یہ برداشت نہ

کے قدموں میں نثار نہ کر دوں۔

اس کے بعد سعید ابن عبد اللہ حنفی اٹھے اور فرمایا: نہیں خدا کی قسم! اے پیغمبر ﷺ کے فرزند! یہاں تک کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ ہم پیغمبر ﷺ کی وصیت کو آپ کے سلسلہ میں پاسداری اور حفاظت کی ہے۔ اور اگر جان جاؤں کہ آپ کی رکاب میں شہید ہو جاؤں گا اور پھر زندہ کریں گے اور میرے بدن کے ٹکڑے کو ہوا کے حوالے کر دیں گے اور اشقیاء میرے ساتھ یہ کریں گے پھر بھی آپ سے جدا نہیں ہوؤں گا یہاں تک کہ اپنی جان آپ کے قدموں میں نچھاور کر دوں جب کہ یہاں پر تو ایک سے زیادہ بار قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کے بعد ہمیشہ کے لئے عظمت و بزرگی حاصل ہوگی، پس کیوں میں یہ کام نہ کروں؟ پھر زہیر ابن قین اٹھے اور کہا: اللہ کی قسم اے پیغمبر اکرم ﷺ کے فرزند! میں چاہتا ہوں کہ ہزار بار قتل کیا جاؤں اور زندہ ہو جاؤں اور میرے قتل ہونے سے آپ اور آپ کے بھائی اور بچے اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام بچ جائیں۔ مزید کے لئے لہوف ص ۹۱ ص ۹۳ ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

آپ نے ان الفاظ پر غور کیا کہ کس طرح امام حسین علیہ السلام کے اصحاب باوفا اپنے امام سے کہہ رہے تھے کہ ہزاروں بار آپ کے لئے اور آپ کے اہل بیت کے لئے شہید ہو جائیں اور یہ شہادت ہمارے لئے ہی ہے۔ آج کون ہے جو سچائی سے کہہ سکے ہم اہل بیت علیہم السلام کے لئے اپنی جان و مال سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ ہیں؟ یقیناً ان لوگوں کے دلوں میں اپنے امام علیہ السلام کی محبت بہت زیادہ تھی، امام حسین علیہ السلام کے اصحاب اس طرح تھے اور انھوں نے عاشورہ کے دن ثابت کیا اس طرح کہ جان دینے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے۔ مثلاً سعید ابن عبد اللہ حنفی سے جب ظہر کے وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں نماز خوف پڑھ سکوں۔ امام اپنے بعض اصحاب کے ساتھ نماز پڑھنے جیسے ہی کھڑے ہوئے تو سعید امام کی طرف آتا ہوا ہر تیر اپنے سینے پر لیتے یہاں تک کہ زمین پر گر پڑے بلکہ امام کے دشمنوں پر لعنت کر رہے تھے اور کہتے تھے: پروردگار اپنے پیغمبر ﷺ کو میرا سلام پہنچا دے اور انھیں میرے زخم سے آگاہ کر دے۔ پیغمبر ﷺ کے فرزند کی

کیا کہ آل رسول علیہم السلام کی کوئی اولاد میدان کارزار میں جائے، بلکہ اپنی اور اپنے بچوں کی جان امام علیہ السلام اور ان کے بچوں پر قربان کر دی، اس کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اپنی وفاداری کا اعلان کرتے رہے اور عملاً بھی دل سے محبت کا اظہار کیا۔ مثال کے طور پر چند کو ذکر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ واقعاً جو لوگ اپنے امام کی مدد اس طرح کرنا چاہتے ہیں ان کی نیت، عقیدہ اور معرفت کس حد تک مضبوط ہونا چاہیے۔ جب عاشور کی شب آئی امام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو اکٹھا کیا اور اللہ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد ان سے فرمایا: اصحاب آپ سے بہتر نہیں جانتا ہوں اور اپنے اہل بیت علیہم السلام سے بہتر اور نیک کسی کو نہیں جانتا ہوں اللہ تم لوگوں کو میری طرف سے جزائے خیر دے، رات کی تاریکی نے تم سب کو گھیر لیا ہے پس اس کو اپنی سواری سمجھو اور تم میں سے ہر ایک میرے اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی کا ہاتھ پکڑ لے اور رات کی تاریکی میں چلا جائے اور مجھ کو اس قوم نابکار کے ساتھ چھوڑ دے کیونکہ ان لوگوں کو میرے علاوہ کسی سے کام نہیں ہے۔

امام علیہ السلام کے بھائیوں اور بچوں اور بھانجوں نے کہا: کیوں ہم یہ کام کریں؟ اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ رہ جائیں؟ خدا کی قسم ہم ہرگز یہ کام نہیں کریں گے۔ سب سے پہلے قمر بنی ہاشم اور بعد میں دوسروں نے اس طرح امام سے خطاب کیا۔

اور جب اصحاب کی نوبت پہنچی تو مسلم ابن عوسجہ نے کہا: ہم آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے، جب دشمن نے آپ کو گھیر رکھا ہے، نہ آپ سے منہ موڑیں گے اور نہ ہی جائیں گے؟ نہیں خدا کی قسم، اللہ مجھے وہ دن نہ دکھائے، میں ایسا نہیں کروں گا سوائے اس کے کہ میں اپنے نیزہ کو ان کے سینوں میں توڑ دوں۔ اور جب تک میرے ہاتھوں میں شمشیر ہے ان سے لڑوں گا اور اگر بغیر اسلحہ کے ہو جاؤں گا تو ان سے پتھر سے جنگ کروں گا اور آپ سے اس وقت تک جدا نہ ہوں گا جب تک اپنی جان آپ

اگر تم میں سے کوئی ہزار حج کرے لیکن امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت نہ کرے تو اس نے اللہ کے حقوق میں سے ایک حق کو ترک کر دیا ہے اور اس کو تاہی کے لئے اس سے سوال کیا جائے گا، پھر فرمایا: امام حسین علیہ السلام کے حق کی ادائیگی ہر مسلمان پر واجب ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے قبر کی زیارت، اللہ، رسول اور اہل بیت کا حق ہے، اس میں کو تاہی کرنا اہل بیت علیہم السلام کے حق کی ادائیگی نہ کرنا اور حقوق میں شمار ہوتا ہے۔ امام صادق علیہ السلام کا ایک صحابی کہتا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کی نظر میں وہ شخص کیسا ہے جو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے پر قادر ہے لیکن زیارت نہیں کرتا ہے؟ امام نے فرمایا: میری نظر میں اس طرح کا شخص پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم اہل بیت علیہم السلام کی نافرمانی کی ہے اور ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ اہل بیت علیہم السلام کے حق سے منہ موڑنا گناہ کبیرہ اور سزا جہنم ہے۔ ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے امام حسین علیہ السلام کے قبر کی زیارت کو نہ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام نے فرمایا:

هَذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ النَّارِ

(کامل الزیارات باب ۳ ح ۳)

یہ شخص جہنمی ہے۔

ایک اور حدیث میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ امام پنجم علیہ السلام سے:

اگر لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت کا پتہ ہوتا تو شوق سے جان نکل جاتی ہے اور حسرت میں ان کی روح چھلنی ہو جاتی۔

یہ چند چیزیں ہیں جن سے ہم امام حسین علیہ السلام کی مدد کر کے امام زمانہ علیہ السلام کی مدد کر سکتے ہیں۔ آخر میں خداوند عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ ہمیں امام حسین علیہ السلام اور امام کے ناصروں میں شمار کرے اور امام کے ظہور پر نور میں تعجیل فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مدد کا اجر و ثواب چاہتا ہوں۔ پھر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور کہا: اے فرزند پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں نے اپنا عہد پورا کیا؟ تو امام نے فرمایا: ہاں تم جنت میں میرے آگے ہو گے۔

اس کے علاوہ آپ مقاتل میں اصحاب باوفا کے بھی کلمات اخلاص اور محبت سے بھرے ہوئے ملاحظہ کر سکتے ہیں جو ان کی محبت، معرفت، وفاداری کی بہترین دلیل ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی نصرت، زیارت حسین علیہ السلام کے ذریعہ

امام حسین علیہ السلام کی نصرت کی ایک نشانی امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا شوق اور لگاؤ ہے اور یہ لگاؤ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ اس کو نیکی دینا چاہتا ہے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ أَرَادَ اللَّهُ بِهِ الْخَيْرَ، قَدَفَ فِي قَلْبِهِ حُبَّ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَحُبَّ زِيَارَتِهِ

(کامل الزیارات باب ۳ ح ۵۵)

اللہ اگر کسی کے لئے نیکی اور اچھائی چاہتا ہے تو اس کے دل میں امام حسین علیہ السلام اور ان کی زیارت کی محبت و شوق ڈال دیتا ہے۔

ممکن ہے امام حسین علیہ السلام کے پاکیزہ روضے کی زیارت کا شرف کسی کو سالوں سال شوق رکھنے کے بعد بھی نہ ملے۔ لیکن یہ شوق اور لگاؤ امام حسین علیہ السلام سے محبت اور دلی لگاؤ کی علامت ہے اور دل سے امام کی مدد کرنے کی نشانی اور علامت ہے۔

بہر حال امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت، اللہ کے حقوق میں سے ایک حق بندوں کے ذمہ ہے جو انسانوں کے رات دن عبادت کرنے سے پورا نہیں ہوتا ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ حَجَّ أَلْفَ حَجَّةٍ ثُمَّ لَمْ يَأْتِ قَبْرَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ
عَلَيْهِمَ السَّلَامُ، لَكَانَ قَدْ تَرَكَ حَقَّ مَنْ حَقَّقَ اللَّهُ، وَسُيِّلَ عَنْ
ذَلِكَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَقُّ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَفْرُوضٌ عَلَى كُلِّ
مُسْلِمٍ

(کامل الزیارات باب ۷ ح ۷۸)

شرح زیارت ناحیہ

(المنتظر محرم الحرام خصوصی شمارہ ۱۴۳۲ھ، پچھلے شمارے سے جاری)

اَسَلَامُ عَلٰی الْجُبُوبِ الْمَضَرَّجَاتِ

سلام ہو چاک گریبانوں پر۔

زیارت ناحیہ کے اس فقرے میں دو لفظ ہیں جیوب اور مُضَرَّجَات۔ جیوب جمع ہے جیب کا اور جیب کے معنی ہیں گریبان اور مُضَرَّجَات کا مادہ ہے ضَرَجَ اور یہ باب تفعیل میں اسم مفعول جمع مونث سالم ہے۔ حرف رُ پر کسماہ (زیر) لگانا غلط ہے کیونکہ اس سے لفظ کے معنی بدل جاتے ہیں اور اس کا مطلب ہو گا گریبان چاک کرنے والیاں۔ لہذا خیال رکھا جائے کہ مُضَرَّجَات پڑھیں نہ کہ مُضَرَّجَات (جیسا کہ کچھ کتابوں میں چھپا ہے اور یہ اشتباہ ہے)۔ بہر کیف، یہاں امام عصر علیہ السلام بھیج رہے ہیں ان گریبانوں پر کہ جنہیں چاک کیا گیا۔ اللہ اکبر۔ اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہاں حضرت حجت علیہ السلام کی مراد کون ہے لیکن ذاکرین حسین مظلوم علیہ السلام اکثر مجلسوں میں پڑھا کرتے ہیں کہ جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا یتیم قاسم مقتل کے لئے روانہ ہو رہا تھا اس وقت حسین علیہ السلام نے اس کا گریبان چاک کیا۔ جب بچہ نے چچا کے اس فعل کی مصلحت دریافت کی، حسین علیہ السلام نے جواب دیا، بیٹا، یہ یتیموں کی علامت ہے۔ یا یہ بھی ممکن ہے ہ امام عصر علیہ السلام کی مراد تمام شہداء ہیں کہ جن کی شہادت کے بعد ان کے گریبانوں کو ملائین نے چاک کیا۔ واللہ وَحُجَّتُهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

اَسَلَامُ عَلٰی الشِّفَاةِ الذَّابِلَاتِ

سلام ہو مر جھائے ہوئے ہونٹوں پر

شفاء جمع ہے شفة کی جس کے معنی ہیں ہونٹ اور ذَابِلَات یعنی مر جھائے ہوئے۔ یہ وہ ہونٹ تھے کہ جن کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کہ بوسہ لیا کرتے تھے۔ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں:

فَوَضَعَ الرَّأْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ وَ يَبِيدُهُ قَضِيبٌ
يَضْرِبُ بِهِ ثَنَائِيَاةً وَكَانَ إِلَى جَانِبِهِ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ صَاحِبُ رَسُولِ
اللَّهِ ص وَهُوَ شَيْخٌ كَبِيرٌ فَلَمَّا رَأَاهُ يَضْرِبُ بِالْقَضِيبِ ثَنَائِيَاةً قَالَ
أَرْفَعُ قَضِيبَكَ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ فَوَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
لَقَدْ رَأَيْتُ شَفَعَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِمَا مَا لَا أَحْصِيهِ
يُقْبِلُهُمَا ثُمَّ اتَّحَبَّ بِأَكْبَا

(بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۱۶)

جب امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس ابن زیاد (لعنة الله عليه) کے سامنے رکھا ہوئے تھا، وہ ملعون اسے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ پھر وہ لکڑی سے امام کے مبارک ہونٹوں کی بے حرمتی کرنے لگا۔ اس وقت وہاں زید ابن ارقم صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور بوڑھے تھے۔ جب انھوں نے یہ قبیح منظر دیکھا تو انھوں نے ابن زیاد کو ڈانٹا ”اپنی لکڑی ان ہونٹوں پر سے ہٹا، اس خدا کی قسم کہ جس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہونٹوں کا اتنے مرتبہ بوسہ لیتے ہوئے دیکھا کہ جس کا شمار نہیں کر سکتا۔“ یہ کہہ کر زید گریہ کرنے لگے۔

اَسَلَامُ عَلٰی النُّفُوسِ الْمَضْطَلَمَاتِ

سلام ہو کرب واندوہ میں گھرے ہوئے چور چور نفوس پر۔

نفوس نفس کی جمع ہے جس کے معنی ہیں جان، روح وغیرہ اور الْمَضْطَلَمَاتِ کا مصدر ہے اِضْطَلَمَ جس کا مطلب اس طرح بیان کیا گیا ہے
”اِذَا اَبْيَدَ قَوْمٌ مِنْ اَصْلِهِمْ قَبِيلَ اِضْطَلَبُوا“ جب کسی قوم کو اس کی جڑ سے

اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں اس کا اصطلاح ہو گیا۔

(لسان العرب، ابن منظور ج ۱۲ ص ۳۴۰)۔

باب افتعال کا اسم مفعول ہے اور جمع مونث سالم۔ بنی امیہ نے کربلا میں وہ مظالم ڈھائے گویا کہ بنی ہاشم کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے کی کوشش کی۔

السَّلَامُ عَلَى الْأَرْوَاحِ الْمُخْتَلَسَاتِ

سلام ہو ان روحوں پر جن کے جسموں کو دھوکے سے تہ تیغ

کیا گیا۔

روح کی جمع ہے ارواح یعنی رو حیں اور مختلسات کا مادہ ہے خلس باب افتعال کا اسم مفعول اور جمع مونث سالم۔ سلام ہو ان روحوں پر جن کو دھوکے سے قتل کیا گیا ہے۔ مہمان بلا کر قتل کیا گیا نصرت و مدد کا وعدہ دے کر شہید کیا گیا۔

السَّلَامُ عَلَى الْأَجْسَادِ الْعَارِيَاتِ

سلام ہو بے گور و کفن نعشوں پر۔

اجساد جسد کی جمع جس سے مراد جسم ہے اور عاریات عریان سے مشتق ہے جس کا مطلب ہے برہنہ اور بغیر لباس کے ہونا۔ جس ملعون نے امام مظلوم کا لباس چھینا تھا اس کا نام اسحاق بن حویہ الحضرمی تھا۔ مقتل میں ملتا ہے جیسے ہی ملعون نے امام کی قمیص کو اپنے نجس بدن پر پہنا اور برص کا شکار ہو گیا۔

(بحار الانوار ج ۴۵ ص ۵۷)

السَّلَامُ عَلَى الْجُسُومِ الشَّاحِبَاتِ

سلام ہو ان جسموں پر دھوپ کی شدت سے جن کے رنگ بدل

گئے۔

جسوم جسم کی جمع ہے اور شاحبات جسوم کی صفت ہے۔ شاحب اسے کہتے ہیں جس کا جسم لاغر ہو گیا ہو اور اس کا رنگ اڑ گیا ہو یا محنت کی وجہ سے یا بھوک کی وجہ سے یا سفر کی بناء پر۔

نمر بن تولب کا شعر ہے:

وَفِي جِسْمِ رَاعِيهَا شَحُوتٌ كَانَتْهُ

هَذَا وَمَا مِنْ قَلِيلِ الطَّعْمِ يَهْزُلُ

جب کہ لبید کہتا ہے:

رَأَيْتُنِي قَدْ شَحَبْتُ وَسَلَّ جَسْمِي

طَلَابُ النَّازِحَاتِ مِنَ الْهُمُومِ

مظلوم کربلا اور ان کے اصحاب باوفا کے جسموں کا رنگ بدل گیا تھا اور وہ لاغر ہو گئے تھے بھوک، پیاس، تلوار کا بھاری پن، سفر کی شدتیں وغیرہ۔ لیکن ان میں سے کسی ایک سبب نے بھی حق جہاد ادا کرنے میں رکاوٹ بننے کی ہمت نہ کی۔

السَّلَامُ عَلَى الدِّمَاءِ السَّائِلَاتِ

سلام ہو خون کے بہتے دریاؤں پر۔

دماء یعنی خون اور سائلات سیل سے مشتق ہے جس سے مراد ہے بہنا۔ جسم انسانی میں جب تک خون بہتا رہتا ہے جسم میں حرارت پائی جاتی ہے اور جب جسم سے روح قبض ہو جاتی ہے خون سرد ہو جاتا ہے اور انسان کو مردہ کہتے ہیں۔

کربلا والوں نے اپنا خون بہا کر انسانیت میں ایک ایسی روح پھونک دی جو روز قیامت تک اسے مردہ ہونے نہیں دے گی اور جسد انسانیت کو حیات جاودانی بخشے گی۔ کربلا والوں کے خون کی بدولت انسانیت کے وجود میں حرارت پائی جاتی ہے اور رہے گی۔ حسین کا یہ سب سے بڑا احسان ہے انسانیت پر۔

السَّلَامُ عَلَى الْأَعْضَاءِ الْمُتَقَطَّعَاتِ

سلام ہو اعضاء و جوارح کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں پر۔

اعضاء عضو کی جمع ہے اور مقطعات یعنی ٹکڑے۔ مجلس حسین علیہ السلام میں شریک ہونے والے عزادار بخوبی واقف ہیں کہ کس طرح مظلوم کربلا صبح عاشورا سے لے کر عصر عاشورا تک اصحاب اور اقرباء کے لاشوں کو اٹھا کر

خیام تک لاتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لاشوں کو گھوڑوں سے پامال کیا جاتا ہے۔ لہذا حسین علیہ السلام پامال کئے ہوئے ٹکڑوں کو چن کر بٹور کر خیمہ میں لاتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی الرَّؤُوسِ الْمَشَالَاتِ

سلام ہو ان سروں پر جنہیں نیزوں پر بلند کیا گیا۔

رؤوس کا مفرد ہے رَأْس یعنی سر اور مشالات شیل سے مشتق کی گیا ہے۔ جس کے معنی ہے بلند کرنا اور یہ اسم مفعول، جمع مونث سالم ہے۔ سید ابن طاووس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ أَمَرَ ابْنَ زِيَادٍ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ عليه السلام فَطَيْفَ بِهِ فِي سِكَكِ الْكُوفَةِ۔

ابن زیاد لعین نے یہ حکم دیا کہ حسین علیہ السلام کے سر کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا جائے

اور پھر سید کسی مرثیہ گو کے مرثیہ کے چند ابیات پیش کرتے ہیں:

رَأْسُ ابْنِ بِنْتِ مُحَبِّدٍ وَ وَصِيَّهِ
لِلنَّاطِرِينَ عَلَى قَنَاةٍ يُرْفَعُ

وَالْمُسْلِبُونَ بِمَنْظَرٍ وَبِسَبْعِ
لَا مُنْكَرَ مِنْهُمْ وَلَا مُتَفَجِّعُ

محمد کی بیٹی اور ان کے وصی کے فرزند کا سر تماشائیوں کے لئے نیزوں پر بلند کیا گیا اور مسلمان اس کا تماشا بھی دیکھ رہے تھے اور سن رہے تھے نہ کسی کو ان میں سے انکار تھا اور نہ ہی افسوس۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی النِّسْوَةِ الْبَارِحَاتِ

سلام ہو ان مخدرات (عصمت) پر جنہیں بے پردا (خیموں سے) نکلنا پڑا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: ”(عصر عاشوراء) جب خیموں میں آگ لگادی گئی

اور شعلے اٹھ رہے تھے، اہل حرم خیموں کے باہر نکل آئے جب کہ ان کا سب کچھ لوٹا جا چکا تھا، برہنہ پاگریہ کرتی ہوئیں.....“ جب اہل حرم کی نظریں نعت شہداء پر پڑیں وہ چیخ مار کر رونے لگے اور اپنے منہ کو پیٹنا شروع کیا۔“ حمید کہتا ہے ”پس خدا کی قسم میں زینب بنت علی عليها السلام کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب کہ وہ حسین عليه السلام پر گریہ کر رہی تھیں اور بڑی ہی دردناک آواز میں بین کر رہی تھیں: نانا جان! آپ پر آسمان کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، یہ آپ کا حسین ہے جو خون میں ڈوبا، اعضا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں اور آپ کی بیٹیوں کو قیدی بنایا گیا ہے۔ (اور بعض روایات میں آیا ہے: یہ آپ کا حسین ہے کہ جس کا سرتن سے جدا کر دیا گیا ہے اور عمامہ اور ردا چھین لی گئی ہے۔)

(بحار الانوار ج ۳۵ ص ۵۸-۵۹)

اَلسَّلَامُ عَلٰی حُجَّةِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى آبَائِكَ
الطَّاهِرِينَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنَائِكَ الْمُسْتَشْهِدِينَ،
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى ذُرِّيَّتِكَ النَّاصِرِينَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى
الْمَلِكَةِ الْمُضَاجِعِينَ۔

سلام ہو تمام عالمین کے پروردگار کی حجت پر۔ سلام ہو آپ پر اور آپ کے پاک و پاکیزہ آباء و اجداد پر۔ سلام ہو آپ پر اور آپ کے شہید فرزندوں پر۔ سلام ہو آپ پر اور آپ کی نصرت کرنے والی ذریت پر۔ سلام ہو آپ پر اور آپ کی قبر کے مجاور فرشتوں پر۔

زیارت کے مندرجہ بالا فقروں میں جن پر درود و سلام بھیجا گیا ہے وہ اس طرح ہیں: (۱) پروردگار کی حجت (۲) امام مظلوم عليه السلام کے معصوم ماں باپ پر (۳) امام کے شہید فرزندوں پر (۴) امام کی نصرت کرنے والی ذریت پر (۵) آپ کی قبر کے مجاور فرشتوں پر۔

(بقیہ آئندہ، انشاء اللہ)

امام حسین علیہ السلام کے قیام کے اسباب و علل مع استفتاءات مراجع کرام

اعتراضات سے متاثر ہو کر مراسم عزاء پر اعتراضات شروع کر دیتے ہیں۔ عزاداری اور عاشورا کی اہمیت کو ہلکا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض موقعہ تو بہت سی حقیقتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔

لہذا ہم نے اس مضمون میں کوشش کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے قیام کے اسباب و علل، کے ذیل میں ہمارے بزرگ مراجع تقلید اور بالخصوص عصر حاضر کے مشہور مراجع کے نظریات کو عوام کے سامنے پیش کریں۔ مراجع عظام کے نظریات کو نقل کرنے سے پہلے امام حسین علیہ السلام کے قیام کی بعض علتوں کو اور اسباب کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں۔

تحریک کربلا کے اسباب کا تاریخی نکتہ نظر سے جائزہ

امام حسین علیہ السلام کے قیام کے اسباب پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ آپ کے قیام کے پیچھے بہت سی دینی اور اجتماعی ذمہ داریاں تھیں اور اسی لئے آپ نے اتنی عظیم قربانی پیش کی۔ یہاں ہم کچھ ذمہ داریوں اور اسباب پر مختصر روشنی ڈالیں گے۔

۱۔ دینی ذمہ داری:

دینی واجبات اور ذمہ داری نے آپ پر قیام کو واجب کر دیا کیونکہ اموی حکمران نے اللہ کے حرام کو حلال قرار دیا تھا اور اپنے عہد و پیمانہ کو توڑ دیا تھا اور سنت رسول خدا کی مخالفت کی تھی۔

۲۔ سماجی ذمہ داری:

اجتماعی اور سماجی اعتبار سے امام ایک مرکز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا آپ نے امام امت ہونے کی وجہ سے جب یہ دیکھا کہ اموی حکومت کے ذریعہ معاشرہ میں ظلم و غلبہ اور فساد بڑھا تو آپ نے اموی حکمران کو رد کیا اور

کربلا کی خونچکا داستان اور شہادت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیشین گوئیاں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم محمد مصطفیٰ ﷺ، تمام انبیاء علیہم السلام نے مخصوص انداز میں بیان کی ہیں۔ روایات ائمہ ہدیٰ علیہم السلام میں بعض انبیاء علیہم السلام کی اجمالی اور بعض انبیاء علیہم السلام کی تفصیلی داستانیں واقعہ کربلا کے رونما ہونے کے سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں۔ اس مضمون میں ہمارا مقصد و منشاء ان واقعات کی تفصیل نہیں ہے البتہ صرف یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین علیہ السلام کی بنیادیں بہت مضبوط ہیں اور اس کی مذہبی اور شرعی حیثیت محکم و مستند ہے۔ الممنتظر کے محرم کے مختلف خصوصی شماروں میں کچھ حد تک ان روایات و واقعات پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ لہذا قارئین گذشتہ شماروں کو ضرور رجوع کریں۔

ایک اور بات کہتے چلیں کہ جہاں انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی روایتیں واقعہ کربلا کی پیشینگوئیاں اور پھر شہادت کے بعد ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ذریعہ مراسم عزاداری کا برپا کرنا اور لوگوں کو ان مراسم کو قائم کرنے کی تاکید کرنے پر متواتر حدیثیں موجود ہیں، وہیں قرآن مجید نے بھی مراسم عزاء کے سلسلے میں ایک نہیں بلکہ متعدد شواہد فراہم کئے ہیں لہذا قرآن مجید کی متعدد آیتوں کی رو سے بھی ”عزاداری“ کی شرعی حیثیت ثابت ہے۔ اس کے لئے بھی ہم الممنتظر کے خصوصی شماروں سے رجوع کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

جب قرآن و حدیث اور سنت کے ذریعہ مراسم عزاداری اور عاشورا کی اہمیت ثابت ہے تو مزید کسی اور شواہد کی ضرورت نہیں ہے لیکن عوام الناس جو شرعی قوانین و احکام کی علتوں سے عموماً ناابلد ہوتے ہیں، وہ کبھی کبھی دانستہ یا نادانستگی یا خارجی آلودگیوں کی وجہ سے یا ناصین کے گمراہ کن

پھر آپؐ مسؤلیت کبریٰ کی گھڑی کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے پیغام کو امانت داری اور اخلاص کے ساتھ پہنچایا اور خود کو، اپنے اہل بیت علیہم السلام کو اور اپنے اصحاب کو قربان کر دیا تاکہ عدالت اسلامی اور حکم قرآن پلٹ آئے۔

۳۔ اتمام حجت:

اہل کوفہ کی جانب سے متواتر خطوط و وفود کی آمد نے آپؐ کو اعلان جہاد، اور باغیوں کے ساتھ جنگ و محاربہ پر مجبور کیا۔ اُن کے خطوط اور دعوتوں کا جواب، امام ہونے کی وجہ سے آپؐ کی ذمہ داری تھی لہذا آپؐ نے اتمام حجت کے لئے اُن کی دعوتوں اور خطوط کا لحاظ فرمایا اور ان کو امویوں کے ظلم سے نجات دلانے کے لئے نکل پڑے۔

۴۔ اسلام کی حمایت:

مجمملہ اسباب میں سے کہ جس کے لئے آپؐ نے شہادت پیش کی، اموی حکومت کی طرف سے اسلام کو جو خطرہ درپیش تھا اور ان لوگوں کی کوشش تھی کہ اس کو مٹا دیا جائے اور اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے جب کہ خود یزید نے اپنے کفر و الحاد کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا

لَعَبْتُ بَنُو هَاشِمٍ بِأَهْلِكَ فَلَا خَبْرَ جَاءَ وَلَا وَجْهَ نَزَلَ
بنی ہاشم نے حکومت کے لئے کھیل رچا۔ دراصل کوئی خبر اور کوئی وحی نازل نہیں ہوئی ہے

اور یزید زمانہ جاہلیت کے عقیدہ پر باقی تھا اور کہتا کہ نہ تو کوئی کتاب نازل ہوئی اور نہ ہی جنت اور نہ جہنم ہے، تو حضرتؑ نے ان لوگوں کی اس کوشش کو ناکام کرنے کا ارادہ کر لیا۔

۵۔ خلافت کی حفاظت:

واضح ترین اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا جس کے لئے امامؑ نے قیام کیا تاکہ خلافت اسلامیہ کو امویوں کی نجاستوں سے پاک کر دیں کہ جس

پر انھوں نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا اور اسلام کی سراسر مخالفت و توہین کر رہے تھے لہذا امامؑ لوگوں کے درمیان میں عدل اجتماعی قائم کرنا چاہتے تھے اور فساد کو ختم کرنا چاہتے تھے۔

۶۔ امت کے ارادہ اور اختیار میں آزادی:

مسلمان عہد معاویہ اور یزید میں اپنے ارادہ اور اختیار کے استعمال میں آزاد نہ تھے۔ سختیاں اور قید و بند کا دور تھا۔ کسی طرح کی آزادی نہ تھی۔ امام حسینؑ نے اسی لئے جہاد و فداکاری کے لئے تلوار اٹھائی تاکہ مسلمانوں کو عزت و تکریم سے ہمکنار کریں اور بالآخر آپؐ کی شہادت نے مسلمانوں کی تاریخ اور زندگی کو پوری طرح بدل دیا۔

۷۔ اجتماعی مظالم:

پورے مملکت اسلامیہ میں مظالم پھیل چکے تھے اور سماج میں اُن کے مظالم سے کسی کو چھٹکارا ممکن نہ تھا لہذا امام حسینؑ نے تلوار اٹھائی اور مسلمانوں کے لئے عزت اور کرامت کے دروازے کھول دیئے۔

۸۔ شیعانِ علیؑ پر مظالم:

اموی حکومت علیؑ کے شیعوں کے خلاف تحریک چلا رہی تھی۔ شیعوں پر مسلسل مظالم ہو رہے تھے لہذا امام حسینؑ نے ان کی حمایت اور انھیں ظلم و جور سے نجات دلانے کے لئے قیام فرمایا۔

۹۔ ذکر اہلبیت علیہم السلام کو محو کرنا:

ایک بہت ہی واضح اور روشن بات یہ تھی کہ اموی حکومت اس کوشش میں لگی تھی کہ ذکر اہل بیت کو محو کر دیا جائے اور اُن کے مناقب اور اثرات کو مٹا دیا جائے اور امیر شام نے اس کام کے لئے اس خبیث ترین وسیلہ کا استعمال کیا۔ آپؑ نے دیکھا کہ منبروں سے اُن کے والدؑ پر سب و شتم کیا جا رہا ہے لہذا آپؑ اس کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتے تھے۔

۱۰۔ اقدار و نظم اسلامی کو تباہ و برباد کرنا:

اموی حکومت اس بات پر تلی ہوئی تھی کہ نظم اسلامی اور اقدار اسلامی کو تباہ و برباد کر دیں لہذا آپ نے اسلامی اقدار و نظم میں روح پھونکنے کے لئے قیام فرمایا۔

۱۱۔ امر بالمعروف:

سب سے مضبوط اور موکد اسباب میں یہ سبب ہے۔ آپ نے خود ہی اپنی وصیت میں فرمایا کہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے قیام کر رہا ہوں جو کہ اس دین کی بنیاد ہے اور ہر انسان کے لئے یہ پہلے درجہ پر ہے۔

۱۲۔ بدعت کو ختم کرنا:

آپ نے اہل بصرہ کو خط میں اموی حکومت کے سلسلہ میں لکھا کہ ”یقیناً سنت کو ختم کیا جا رہا ہے اور بدعت ایجاد ہو رہی ہیں۔“ لہذا آپ نے امویوں کی بدعتوں کو جن کا دار و مدار جاہلیت سے تھا، ان کو ختم کرنے کے لئے اور اپنے جد کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے اور پرچم اسلام کو بلند کرنے کے لئے اپنے خون کی قربانی پیش کی۔

۱۳۔ عزت و کرامت:

امویوں نے چاہا تھا کہ امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کو ذلیل کریں لیکن امام حسین علیہ السلام نے ان کی اس کوشش کو ناکام کر دیا اور روز عاشور آپ نے اپنے دوسرے خطبہ میں یوں فرمایا:

اَلَا اِنَّ الدَّعِيَ ابْنَ الدَّعِيَ قَدْ رَكَزَ...

”آگاہ ہو جاؤ کہ یہ دعی ابن الدعی! (ابن زیاد) یعنی یہ پست ترین، پست ترین کے بیٹے نے مجھے دورا ہیں یعنی شمشیر و ذلت کے درمیان قرار دیدیا ہے اور افسوس کہ ہم ذلت کے زیر بار جا رہے ہیں، کیوں کہ خدا اور اس

۱ دعی: وہ شخص جو اپنے نسب میں متمہ ہو۔ پست ترین شخص

کے پیغمبر اور مومنین اس بات سے کہ ہم ذلت کو قبول کریں، منع کیا ہے اور پاکدامن اور غیرت دار مائیں اور صاحب شرافت باپ کے نفوس جائز نہیں سمجھتے کہ افراد پست و لئیم کی اطاعت کو شہادت اور اپنی نیک طبیعت پر مقدم کریں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ مددگاروں کی قلت اور لوگوں کے مدد کے لئے پیٹھ دکھانے کے باوجود، میں اپنے اس چھوٹے سے گروہ کے ہمراہ جہاد کے لئے آمادہ ہوں۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنی شرافت و عزت و کرامت کا اعلان بھی کیا اور متمہ نسب ابن زیاد کی اصلیت کو سب کے سامنے اجاگر کر دیا۔ وہ امام حسین علیہ السلام کو ذلیل کرنا چاہتا تھا لیکن قیامت تک کے لئے خود ذلیل ہو گیا۔

۱۴۔ امویوں کی خیانت:

امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ اموی کسی طرح سے خیانت اور جھگڑوں سے باز نہ آئیں گے لہذا آپ نے اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے فرمایا: اگر میں بلوں میں داخل ہو جاؤں تو (وہ قاتلین) مجھے ان بلوں میں سے بھی نکال لیں گے اور مجھے قتل کر دیں گے۔

امام حسین علیہ السلام نے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ یہ لوگ اپنے وعدوں پر پورا نہیں اتر سکتے۔ امیر شام نے امیر المومنین علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام کے ساتھ وعدہ خلافی کیا اور خیانت کی اور بالکل اسی روش پر یزید بھی عمل کرے گا۔

یہ بعض اسباب ہم نے تحریر کئے ہیں جسے مورخین نے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے عوامل و اسباب تحریر کئے گئے ہیں۔ اس مضمون میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ ایک چیز یہاں اور بھی نقل کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے قیام کے بارے میں یہ تمام اسباب اور علتیں جو نقل ہوئی ہیں یہ ایک بہت ہی عام رائے ہے اور تاریخ میں ان اسباب کو پایا جاتا ہے۔ لیکن کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہی سارے اسباب علت تامہ ہیں قیام حسین کے لئے۔

ان ظاہری اسباب پر دقت کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی امیہ نے اسلام کو مٹانا چاہا اور مظالم کا انبار لگا دیا۔ لہذا امام حسین علیہ السلام کی حفاظت اور ظلم کو کچلنے کے لئے قیام فرمایا۔ اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے لیکن روایتوں میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام کے اس جہاد سے خلق گمراہ کا امتحان لیا گیا اور شیعیاں اہل بیت علیہم السلام کے لئے آپ کے قبہ مقدس کو جائے پناہ قرار دیا گیا۔ علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا، افواج ملائکہ سامان حرب سے آراستہ اور مسلح بہ شمشیر و نیزہ ناکہ ہائے بہشت پر سوار آسمان سے نازل ہوئے اور خدمت امام میں حاضر ہوئے اور سلام کیا اور کہا اے حسین علیہ السلام آپ اپنے جد بزرگوار اور پدر نامدار اور برادر عالی مقام کے بعد حجت خدا ہیں۔ حق تعالیٰ نے اکثر جہادوں میں ہمیں آپ کے جد بزرگوار کی نصرت و امداد کے لئے بھیجا، اب خدائے عزوجل نے ہمیں آپ کی نصرت و امداد کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت نے فرمایا: میرا وعدہ گاہ اور مشہد و مدفن زمین کر بلا ہے۔ جب وہاں پہنچوں تو میرے پاس آنا۔ ملائکہ نے کہا: اے حجت خدا! جو ہمیں حکم ہو، بجالائیں۔

اس طولانی روایت کے اگلے حصہ میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

”اگر میں اپنے گھر میں توقف کروں اور جہاد کو نہ جاؤں تو اس خلق گمراہ کا کس چیز سے امتحان لیا جائے گا اور کون شخص میری قبر میں زمین کر بلا پر مدفون ہوگا؟ جس زمین کو خدا نے ابتدائے آفرینش سے برگزیدہ کیا ہے اور جائے پناہ میرے شیعوں کے لئے بنایا ہے اور تمام امن دنیا و آخرت ان کے لئے قرار دیا ہے۔“

خلاصہ کے طور پر ایک جملہ پھر نقل کرتے ہیں کہ اموی حکومت امام حسین علیہ السلام کے قیام کی علت تامہ اور سبب آخر نہیں ہے کیونکہ اصل

مقصد اور سبب اس سے کہیں اعظم و اکبر و اہم ہے۔ خداوند عالم اپنے ولی اعظم حضرت امام حسین الشہید علیہ السلام کو ان کی قربانی کے ذریعہ اسلام کو سر بلند کرنے کا ارادہ کیا اور ان حضرت کو قیامت تک کے لئے آنے والے شیعوں کی راہنمائی اور ہدایت کا رہنما قرار دیا۔ ان کی عزاداری کو ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنایا۔ لہذا شیعہ جید عالم احمد بن فہد حلی نے اپنی کتاب ”عدۃ الداعی“ میں لکھا ہے روایت میں آیا ہے کہ حضرت حق سبحانہ نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے عوض انہیں چار خصالتیں عطا کیا ہے۔

- ۱۔ ان حضرت کی تربت مبارک میں شفا قرار دیا۔
- ۲۔ ان حضرت کے قبہ کے نیچے دعاؤں کو قبول قرار دیا۔
- ۳۔ ان حضرت کی ذریت میں ائمہ معصومین علیہم السلام کو قرار دیا۔
- ۴۔ ان حضرت کے زائرین کے ایام کو ان کی عمروں میں شمار نہیں کرتا۔ (یعنی ان کی جو عمر معین و مقرر ہے۔ زیارت کے ایام کو اس میں داخل نہیں کرتا بلکہ اُس عمر پر اس کا اضافہ کر دیتا ہے۔)

مراجع کرام کے نظریات:

امام حسین علیہ السلام کے قیام کے اسباب پر نظر ڈالنے کے بعد ملاحظہ فرمائیں کہ ہمارے مراجع کرام نے بھی ان ظاہری علتوں کو عام علت کے طور پر بیان کیا ہے اور ساتھ ہی انقلاب حسینی اور عاشورا و عزاداری کو روح و جان تشیع اور شعائر اللہ قرار دیا ہے اور امام حسین علیہ السلام کی محبت کو ضامن نجات قرار دیا ہے۔ ہم یہاں مراجع کے نظریات کو نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ مرحوم آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم خوئی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ:

”حضرت امام حسین علیہ السلام نے عہد معاویہ کے ختم ہونے کے بعد دیکھا کہ تمام لوگوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ معاویہ نے جاتے جاتے کیا کیا برائیاں لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر کے چلا گیا، اور جو کچھ اُسے دین خدا میں کھلواڑ کرنا تھا، کھیل گیا تو امام حسین علیہ السلام نے قیام فرمایا اس لئے کہ وہ جانتے تھے یہ امر الہی ہے اور اللہ کے رسول کی وصیت میں سے ہے۔“

آپ کا قیام اہل زمانہ پر اور آنے والی نسلوں پر حجت قرار پایا تاکہ لوگ یہ عقیدہ نہ بنالیں کہ جو حاکم ہے وہی ولی المسلمین ہے اور اس کی اطاعت لوگوں پر واجب ہے۔

خلاصہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے ان چیزوں کو زندگی عطا کی جن کو بنی امیہ نے ختم کر دیا تھا۔ آپ کا یہ فعل حجت قرار پایا، اور آپ نے لوگوں کو متنبہ کر دیا کہ جو خلافت کی کرسی پر چار زانو ہو کر بیٹھ جائے وہ خلافت کا اہل نہیں ہو جاتا، اور یقیناً خلافت اُس کے اہل کے لئے ہی ہوتی ہے۔^۱ واللہ العالم۔“

۲۔ مرحوم آیت اللہ میرزا جواد رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ:

دشمنوں اور کرسی خلافت پر بیٹھنے والوں کے ہاتھوں امام حسین کی شہادت میں مصلحت یہ ہے کہ آپ کو دشمنان و غاصبین خلافت کے تمام امور کو تہس نہس کرنا تھا اور آپ کا قیام لوگوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لئے اور عقائد حقہ کے اظہار کے لئے تھا کہ ان عقائد کی اتباع اور ان کی حفاظت واجب ہے اور اس طرح آئندہ نسلیں بھی آپ کے قیام سے فائدہ اٹھاتی رہیں۔^۲

۳۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید علی السیستانی حفظہ اللہ کا نظریہ:

اس وقت ساری دنیا میں سب سے زیادہ مقلدین حضرت آیت اللہ سیستانی کے ہیں اور الحمد للہ آپ اس وقت نجف اشرف میں قیام فرماتے ہوئے دنیا بھر کے شیعوں کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ آپ سے سوال کیا گیا کہ: امام حسین علیہ السلام کے قیام و خروج کا حقیقی سبب کیا ہے۔ ہم لوگ آپ کی امامت و عصمت پر ایمان رکھنے کے بعد اس طرح کے سوالات سے بے نیاز ہیں لیکن مخالفین اس سلسلہ میں مشکلات کھڑی کر دیتے ہیں لہذا ہم مجبوراً اس سوال کے جواب کے خواہاں ہیں۔ آپ کی رائے اس بارے میں کیا ہے۔

آپ نے جواب میں فرمایا: یقیناً خود آپ (سلام اللہ علیہ) نے فرمایا کہ یقیناً میں

نے خروج کیا ہے اپنے جد کی امت کی اصلاح کے لئے۔ اور اسی طرح آپ نے فرمایا کہ میں نے قیام کیا ہوں امر بالمعروف یعنی اچھائیوں کی طرف دعوت دینے کے لئے اور نہی عن المنکر یعنی برائیوں سے روکنے کے لئے۔ مزید آپ فرماتے ہیں کہ اس بات میں شک نہیں کہ فسق و فجور کا کھلم کھلا اعلان اور وہ بھی خلیفہ رسول کے عنوان سے، اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم خطرہ ہو چکا تھا۔ پس امام حسین اس کے خلاف قیام کے لئے مجبور ہو گئے۔ کسی بھی غیور مسلم کی طرح کہ وہ سرکش اور طاغوت کے خلاف قیام کرتا ہے اور اگر اُسے یہ معلوم ہو کہ وہ طاغوت اس کے قتل کے درپے ہو جائے تو پھر وہ انبیاء اور مرسلین کی سنت کو اپناتا ہے کہ جنہوں نے ظلم و طغیان و کفر اور منکرین حق کے خلاف قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ سلام اللہ علیہم اجمعین۔^۳

۴۔ حضرت آیت اللہ خمینی:

اسلام کو کہ اب تک آپ دیکھ رہے ہیں، سید الشہداء علیہم السلام نے محفوظ رکھا ہے۔ خدا کی راہ میں اور اسلام کی تقویت کے لئے، ظلم کے خلاف آپ نے قیام فرمایا۔ ہماری ملت ان مجلسوں کی قدر کو جانیں۔ ایام عاشورا کی یہ مجلسیں ایسی مجلسیں ہیں جو ہماری ملت کی حفاظت کرتی ہیں۔ ایام عاشورا کے علاوہ ہفتہ کے دنوں میں یہ ہمارے لئے جنبش و حرکت پیدا کرتی ہیں... لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ایک ملت گریہ (رونے والی ملت) ہیں۔ ہم ایک ایسی ملت ہیں کہ انھیں گریہ کے ذریعہ ہم نے دو ہزار و پانچ سو سالہ قدرت کو ختم کر دیا۔^۴

۵۔ حضرت آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی (دام ظلہ العالی):

یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ شعائر باعظمت حسینی، افضل شعائر اسلامی ہے جو کہ ائمہ علیہم السلام کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اور شاید ابھی جلدی ہے کہ ہم عاشورای حسینی کو درک کریں اور اُس کی گہرائی تک پہنچ سکیں۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

۳ استقانات: ۴۸۷، السید السیستانی

۴ صحیفہ نور ۱۶/۲۰۷-۲۱۰

۱ صراط النجاة ۳/۴۲۷، مرزا جواد تبریزی

۲ صراط النجاة ۳/۴۳۳، المیرزا جواد التبریزی

حضرت امام حسین علیہ السلام اور بیان حقانیت

۱۹

لوگوں سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں اگر میں سچا ہوں تو میری تصدیق کرنا ورنہ تردید کر دینا۔

میری باتوں کو غور سے سنو اور تحریر میں لاؤ اور جب اپنے شہروں اور قبیلوں میں واپس جاؤ تو جو لوگ تمہارے مورد اعتماد ہوں معتبر ہوں ان کو ہمارے حق کی طرف دعوت دینا جو تم جانتے ہو۔ مجھے خوف ہے کہ میں یہ حقیقت فراموش نہ کر دی جائے۔ حق نابود ہو جائے اور باطل کا غلبہ ہو جائے۔ ”لیکن خدا اپنے نور کو مکمل کرے گا گرچہ کافروں کو ناگوار کیوں نہ گذرے۔“

خداوند عالم کو گواہ بنا کر اس کو حاضر و ناظر جان کر تم سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام رسول خدا ﷺ کے بھائی ہیں جس وقت آنحضرتؐ نے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اس وقت حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا بھائی قرار دیا اور فرمایا: ”دنیا و آخرت میں تم میرے بھائی اور میں تمہارا بھائی ہوں۔“ سب نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔

”تم کو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں! کیا تم جانتے ہو حضرت رسول خدا ﷺ نے مسجد اور اپنے گھر کے لئے جگہ خریدی۔ اس میں مسجد تعمیر کی اور دس گھر بنائے نو گھر اپنے لئے اور دسواں گھر جو وسط میں تھا وہ میرے والد کے لئے بنایا۔ اس کے بعد میرے والد کے دروازہ کے علاوہ بقیہ تمام دوسرے دروازے بند کر دیئے۔ اس وقت لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا: ”نہ میں نے تم لوگوں کے دروازے بند کئے ہیں اور نہ میں نے ان کا دروازہ کھولا ہے لیکن خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے دروازے بند کر دوں اور ان کا دروازہ کھلا رکھوں۔“

امام حسین علیہ السلام کا وہ گر انقدر خطبہ ۵۹ اور ۶۰ کے درمیان جو حج کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا اس کے پر نور جملے سارے عالم کی انقلابی، اقتصادی، معاشرتی حالات کو اس طرح ظاہر کر رہے ہیں جیسے آج امام حسین علیہ السلام کی آواز ہر طرف گونج رہی ہے۔ سرکار رسالت کے اس اعلان سے کون انکار کر سکتا ہے کہ قرآن اور ائمہ معصومین علیہم السلام ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہ رہروان صراط مستقیم کے وہ پاسبان ہیں جو حوض کوثر تک رہبری کرتے رہیں گے۔

بہرہ مندی قرآن کریم کا ایک انداز یہ ہے کہ وہ اپنی بات دلیل و برہان سے ثابت کرتا ہے قرآن اندھی تقلید اور بے جا عقیدت کا مخالف ہے۔ اہل بیت علیہم السلام جو ہم وزن اور شریک قرآن ہیں ان کا بھی انداز یہی ہے۔ وہ بھی اپنی حقانیت کو دلیل و برہان سے ثابت کرتے ہیں اور اس قدر مستحکم انداز میں بیان کرتے ہیں کہ سب کو لاجواب کر دیتے ہیں۔ ائمہ معصومین علیہم السلام نے موقع و مناسبت سے اپنی حقانیت ثابت کی ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام معاویہ کی موت سے ایک سال قبل حج کو تشریف لے گئے۔ جناب عبد اللہ بن عباس اور جناب عبد اللہ بن جعفر اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔

اسی وقت وہاں موجود تمام بنی ہاشم کے مردوں، عورتوں، غلاموں اور وہاں موجود شیعوں کو جمع کیا اور انصار میں ان لوگوں کو بلایا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کو پہچانتے تھے۔

اس کے بعد اپنے نمائندوں کے ذریعہ پیغمبر اکرم ﷺ کے ان تمام اصحاب کو دعوت دی جو حج کے موقع پر وہاں موجود تھے۔

اس وقت منیٰ میں ۷۰۰ سے زیادہ افراد اپنے خیموں میں موجود تھے جن میں ۲۰۰ اصحاب تھے اور اکثریت تابعین کی تھی۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس طرح خطبہ ارشاد فرمایا:

اما بعد: تم لوگ اس بات سے خوب اچھی طرح واقف ہو اور دیکھ رہے ہو اور گواہ ہو یہ سرکش ہمارے اور ہمارے قبیلوں کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہا ہے اور کس طرح پیش آرہا ہے۔ میں تم

اس کے علاوہ ان کے علاوہ ہر ایک کو مسجد میں سونے سے منع کیا وہ مسجد میں باقاعدہ سو سکتے تھے۔ ان کا گھر رسول خدا ﷺ کے گھر میں تھا۔ اس گھر میں رسول خدا ﷺ اور ان کے یہاں بچوں کی ولادت ہوئی۔

سب نے کہا: ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔

”کیا تم کو معلوم ہے کہ عمر نے آنکھ کے برابر گھر کی دیوار میں مسجد کی طرف سوراخ کرنا چاہا تو اس کی اجازت نہیں ملی اس وقت آنحضرتؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا: ”یقیناً خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے میں مسجد کو پاک و پاکیزہ رکھوں۔ اس مسجد میں میں، میرے بھائی اور ان کے فرزندوں کے علاوہ کوئی اور سکونت اختیار نہیں کر سکتا ہے۔“

سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

”تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں۔ حضرت رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ کو غدیر خم میں ولی معین کیا تھا اور ان کی ولایت کا اعلان کیا تھا اور فرمایا تھا حاضر لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچائیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔“

سب نے کہا۔ ہاں سچ ہے۔

تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا تم جانتے ہو کہ جنگ تبوک کے موقع پر حضرت رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا ”تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی اور تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔“

سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

”تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا تم لوگ نہیں جانتے جب رسول خدا ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی اس وقت وہ صرف ان کو ان کی زوجہ اور ان کے فرزندوں کو لے کر گئے؟“

سب نے کہا جی ہاں ایسا ہی ہے۔

تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں: کیا تم کو معلوم

ہے کہ خیبر میں انھیں کو علم عطا کیا اور یہ فرمایا: ”میں یہ علم اس مرد کو دوں گا جس کو خدا اور رسول دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے وہ بڑھ بڑھ کر حملہ کرے گا میدان سے فرار اختیار نہیں کرے گا۔ خداوند عالم اس کے ہاتھوں پر فتح و کامیابی عطا فرمائے گا۔“

سب نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے۔

”کیا تم کو معلوم ہے حضرت رسول خدا ﷺ نے انھیں سورہ برأت لے کر بھیجا اور یہ فرمایا: ”اس سورہ کو یا میں پہنچاؤں یا میرا کوئی آدمی۔“

سب نے کہا: خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

کیا تم کو معلوم ہے حضرت رسول خدا ﷺ کو جب بھی کوئی سخت مرحلہ پیش آتا تھا تو ان کو آگے بڑھاتے تھے اور ان پر اعتماد کرتے تھے اور ان کو بھی ان کے نام سے نہیں پکارتے تھے بلکہ فرماتے تھے میرے بھائی، میرے بھائی کو بلاؤ۔“

سب نے کہا: خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

کیا تم کو معلوم ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ان کے درمیان اور جناب جعفر و زید کے درمیان فیصلہ کیا اور فرمایا: ”اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔“

سب نے کہا: خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

کیا تم کو معلوم ہے وہ روزانہ دن اور رات میں حضرت رسول خدا ﷺ سے تنہائی میں ملاقات کرتے تھے۔ جب وہ سوال کرتے تھے تو عطا فرماتے تھے اور اگر خاموش رہتے تھے تو رسول خدا ﷺ گفتگو کا آغاز فرماتے تھے۔“

سب نے کہا خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

کیا تم کو معلوم ہے حضرت رسول خدا ﷺ نے ان کو جناب حمزہ اور جعفر پر فضیلت دی جس وقت جناب فاطمہؑ سے بہتر شخص سے کی ہے۔ جو اسلام میں سب سے پہلے ہیں جو حلم میں سب سے عظیم ہیں اور جن کا علم سب سے زیادہ ہے۔“

سب نے کہا: خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔

کیا تم کو معلوم ہے حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ”میں

فرزند ان بنی آدم کا سردار ہوں اور میرے بھائی علی عرب کے سردار ہیں، فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں میرے دونوں فرزند حسن اور حسین جو انان اہل جنت کے سردار ہیں۔“

سب نے کہا: خدا کی قسم ایسا ہی ہے
کیا تم کو معلوم ہے حضرت رسول خدا ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا وہی ان کو غسل دیں گے اور جبرئیل ان کی مدد کریں گے۔
سب نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے۔

کیا تم کو معلوم ہے حضرت رسول خدا ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا: ”میں تمہارے درمیان دو گرفتار چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں خدا کی کتاب اور میرے اہل بیت ان دونوں سے متمسک رہو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔“

سب نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے۔
پھر ان لوگوں کو خدا کی قسم دے کر سوال کیا۔ کیا ان لوگوں نے رسول خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

”جو یہ خیال کرتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور علی سے بغض رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ مجھ سے محبت رکھے اور علی ﷺ سے بغض رکھے۔“

اس وقت ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

فرمایا اس لئے وہ مجھ سے ہے اور میں ان سے ہوں۔ جو ان سے محبت رکھے گا وہ مجھ سے محبت رکھے گا اور جو مجھ سے محبت رکھے گا وہ اللہ سے محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا تو اس نے اللہ سے بغض رکھا۔“

سب نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے ہم نے ایسا ہی سنا ہے۔
خداوند عالم جن باتوں سے اپنے اولیاء کو وعظ و نصیحت کی ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ خدا نے احبار (یہودی علماء) کی مدح کرنے کی مذمت کی ہے ”ان کے علماء اور احبار ان کو گناہوں سے کیوں نہیں روکتے۔“

”جناب داؤد اور جناب عیسیٰ بن مریم کی زبانی بنی اسرائیل کے ان لوگوں پر لعنت کی گئی ہے اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور سرکش تھے یہ لوگ برائیوں سے روکتے نہیں تھے یہ لوگ کس

قدر بر اکام انجام دے رہے تھے۔“

(سورہ مائدہ، آیات ۷۸-۷۹)

خداوند عالم نے اس بنا پر ان کی مذمت کی ہے۔ یہ لوگ اپنی آنکھوں سے ظالموں کو ظلم اور برائیاں کرتے ہوئے دیکھتے تھے لیکن ان کو روکتے نہیں تھے ان چیزوں کی لالچ میں جو ان کو ظالموں سے ملتی تھیں اور ان خبروں کے خوف سے جن کے چھن جانے کا اندیشہ تھا۔ جب کہ خدا فرماتا ہے۔ ”لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو۔“ اور یہ بھی فرماتا ہے: ”مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں ایک دوسرے کو اچھائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔“ خداوند عالم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر پہلے فرمایا: اور اس کو واجب قرار دیا کیونکہ خدا یہ جانتا ہے اگر یہ فریضہ ادا ہو گیا اور یہ واجب پوری طرح سے قائم ہو گیا تو بقیہ تمام آسان اور سخت فرائض برقرار ہو جائیں گے اور یہ اس بنا پر کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کی طرف دعوت دیتا ہے اور ظلم سے روکتا ہے ظالم کی مخالفت کرتا ہے عمومی دولت اور مال غنیمت کو صحیح طور سے تقسیم کرتا ہے صدقات اور ٹیکس وصول کرتا ہے اور مناسب جگہوں پر خرچ کرتا ہے۔

اے یہاں جمع ہونے والو تم وہ گروہ ہو جو علم کے لئے مشہور ہو خیر اور نیکیوں میں تمہارا تذکرہ ہے۔ نصیحت اور موعظت میں تمہارا نام لیا جاتا ہے۔ خدا کی بنا پر لوگوں کے دلوں میں تمہارا رعب ہے۔ شریف تم سے ڈرتے ہیں کمزور تمہارا احترام کرتے ہیں۔ جن لوگوں پر تمہیں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے وہ تم کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ ان پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ جب طلب کرنے والوں کی ضرورتیں پوری نہیں ہوتی ہیں تم ان کی سفارش کرتے ہو۔ راستوں میں بادشاہوں کے رعب و جلال کی طرح چلتے ہو اور بڑوں کی طرح پیش آتے ہو۔

کیا یہ سب اس بنا پر نہیں ہے کہ تم سے حقوق الہی کے قیام کی امیدیں وابستہ ہیں جب کہ تم خود زیادہ تر حقوق الہی کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہو، تم لوگوں نے اماموں کے حق کو ہلکا سمجھ رکھا ہے، کمزوروں کا حق تم نے ضائع کر دیا ہے، لیکن اپنی دانست میں اپنا حق طلب کر لیا ہے نہ تو تم نے کوئی مال خرچ کیا، اور جس مقصد کی خاطر تمہاری تخلیق ہوئی تھی اس کو پورا کیا،

اور نہ تم نے کسی قوم و قبیلہ سے خدا کی خاطر دشمنی مول لی۔ اس کے باوجود تم خدا کی جنت کے امیدوار ہو، انبیاء الہی کی ہم نشینی کے طلب گار ہو، عذاب خداوندی کے عذاب سے امان کے دعویدار ہو۔

اے خدا کی طرف منسوب لوگو مجھے ڈر ہے کہیں تم خدا کے بڑے عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤ کیونکہ خدا کے فضل و کرم سے تم کو بڑی فضیلت اور منزلت نصیب ہوئی ہے۔ جو خدا کی معرفت رکھتا ہے تم اس کا احترام نہیں کرتے ہو اور بندگان خدا میں خدا کی بنا پر محترم ہونا چاہتے ہو۔ تم دیکھ رہے ہو کہ خدا کے عہد و پیمان توڑے جا رہے ہیں پھر بھی تم خوف زدہ نہیں ہوتے ہو، اور اگر تمہارے آباء و اجداد کا عہد و پیمان توڑ دیا جائے تو بہت زیادہ ناراض ہوتے ہو خفا ہوتے ہو۔ رسول خدا ﷺ کے عہد و پیمان توڑے جا رہے ہیں نظر انداز کئے جا رہے ہیں۔

شہروں میں اندھے، گونگے اور زمین گیر لوگوں کا کوئی پوچھنے والا نہیں ہے نہ تو تم ان پر رحم کر رہے ہو اور نہ اپنے گھروں میں ان کو جگہ دے رہے ہو اور نہ اپنے کسی عمل سے ان کی مدد کر رہے ہو۔

اپنی چٹنی چکنی باتوں، ریاکاری سے ظالموں کے نزدیک جگہ بنا رہے ہو جب کہ خداوند عالم نے تمہیں ان تمام باتوں سے منع کیا ہے اور تم ان سے غفلت برت رہے ہو۔ لوگوں کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ تم لوگوں نے علماء کی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے کاش تمہیں اس بات کا احساس ہوتا۔

اس کی وجہ یہ ہے امور اور احکام کا اجراء اور نفاذ ان علماء کے ہاتھوں میں ہے جو خدا کے حلال و حرام پر اس کے امانتدار ہیں۔ یہ منزلت اور منصب تم سے چھین لیا گیا ہے اور یہ اس بنا پر چھین لیا گیا تم حق کے مسئلہ میں پراگندہ ہو الگ الگ ٹکڑوں میں ہو واضح دلیلوں کے باوجود سنت کے سلسلے میں ایک دوسرے سے مختلف ہو۔

اگر تم اذیتوں پر صبر کرتے خدا کی راہ میں خدا کی خاطر تکلیفیں برداشت کرتے تو امور خداوندی تمہاری طرف واپس آتے، تمہارے ذریعہ نافذ ہوتے اور تمہاری طرف پلٹ کر آتے لیکن تم لوگوں نے اپنی منزلت و مقام سے ظالموں کی مدد کی اور امورا الہی ظالموں کو سونپ دیئے، وہ شبہات پر عمل کرتے ہیں

خواہشات کے راستہ پر چلتے ہیں۔ موت سے تمہارے فرار نے جدا ہونے والی زندگی کی محبت نے ان کو تم پر مسلط کر دیا ہے۔ تم لوگوں نے کمزوروں کو ان کے حوالہ کر دیا ہے کچھ وہ ہیں جو قید خانوں میں اذیتیں جھیل رہے ہیں کچھ وہ ہیں جو اس قدر کمزور ہیں کہ دو وقت کی روٹی کے محتاج ہیں۔ یہ (ظالم) ملک میں اپنی من مانی کر رہے ہیں اپنی خواہشات سے ذلتوں کو آباد کر رہے ہیں۔ شریر لوگوں کی پیروی کر رہے ہیں خدا کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں۔ ہر شہر میں ان کا ایک خطیب ہے جو منبر پر چنچ رہا ہے۔ زمین ان کے ظلم سے بھری ہوئی ہے۔ ان کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں لوگ ان کے غلام ہیں وہ اپنا کوئی دفاع نہیں کر سکتے ہیں۔ کمزور اور نادار لوگوں پر ظالموں جابروں اور صاحبان اقتدار کا شکنجہ شدید ہے یہ ایسے فرمانروا ہیں جن کو آغاز و انجام کی کوئی خبر نہیں ہے۔ کس قدر تعجب اور میں کیونکر تعجب نہ کروں۔ زمین ظالموں سے بھری ہوئی ہے بے رحم مومنین کے حاکم بنا دیئے گئے ہیں۔ خدا ہمارے نزاع میں فیصلہ کرے گا اور ہمارے اختلافات پر وہی قضاوت کرے گا۔

خدا یا تو جانتا ہے ہم میں سے کسی کو بادشاہت اور حکومت کی خواہش نہیں ہے اور نہ اس دنیا کی کوئی طلب ہے۔ ہم تو تیرے دین کے پرچم کو بلند دیکھنا چاہتے ہیں اور تیرے شہروں میں اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ تیرے مظلوم بندے امن و امان سے رہ سکیں۔ تیرے واجبات، مستحبات اور احکام پر عمل ہو سکے۔

اگر تم لوگوں نے ہماری مدد نہیں کی اور ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا تو یہ ظالم تم پر اور زیادہ مسلط ہو جائیں گے۔ تمہارے نبی کے نور کو خاموش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور خدا ہمارے لئے کافی ہے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اس کی طرف واپس آنا ہے اور اسی کی طرف جانا ہے۔

(الامام الحسین علیہ السلام سمانہ و سیرتہ، السید محمد رضا الجلالی، ص ۱۰۶-۲۱۲)

(مماذا محض الامام الحسین علیہ السلام، ص ۲۶-۳۱، عبد الصاحب زداریاستین)

اس عظیم الشان خطبہ کو غور سے پڑھیں آئینہ بنا کر اپنے زمانہ کی تصویر دیکھیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خود اچھے لوگوں میں ہوں۔

آئیے حالات کا مقابلہ کریں اور حضرت ولی عصر علیہ السلام کے ظہور پر نور کے لئے زمین ہموار کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کی خوشنودی حاصل کریں۔

شہر دمشق میں یزید کی شکست

(۱) فَقَامَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ عَلِيٍّ وَقَالَتْ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى
اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ وَآلِهِ اَجْمَعِيْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ سُبْحٰنَهُ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِيْنَ اَسَاءَ وَالسُّوْءَ اَنْ كَذَّبُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِؤْنَ.
پس اٹھی علیؑ کی بیٹی زینبؑ اور کہا تمام تعریفیں مختص
ہیں رب دو جہاں کے لئے اور اسی کی طرف سے درود و سلام ہے
اس کے رسول اور رسول کی تمام آل پر سچ کہا ہے اس ذات
پاک نے کہ ” پھر ان لوگوں کا انجام جنہوں نے برائی کی تھی
برای ہی ہو اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا۔
اور وہ ان کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔“

(سورہ روم، آیت ۱۰)

(۲) کربلا کے میدان میں ۱۶ دس محرم الحرام کو ایک جنگ ہوئی تھی
یزید ابن معاویہ اور حسین ابن علیؑ کے ساتھ بہتر جیالوں نے
تیس ہزار کا مقابلہ کیا تھا۔ نماز صبح سے شروع ہوئی اور سورج
ڈھلتے ڈھلتے جنگ ختم ہو گئی۔ حسینی خیمے جلادیئے گئے۔ لاشیں
پامال ہو گئیں۔

(۳) یزیدی لشکر میں فتح و ظفر کے نقارے بچے تیس ہزار کے لشکر میں
ہزاروں نے مرگ خوفناک کا چہرہ دیکھا اور باقی لشکریوں نے خیمہ
گاہ حسینی سے لوٹا ہوا اسباب ہزاروں میں تقسیم ہوا ہو گالے گئے
جو جسکے ہاتھ جو لگا۔

(۴) یزیدی لشکریوں، سرداروں کے خیموں میں چراغاں کا اہتمام ہوا۔
ادھر چراغ سبط پیمبر خاموش ہو گیا۔ ایک وارث قرآن بیمار
بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز، ۳۸ بچے سہمے، پیاسے مقیم، خاموش
نیم جان اپنی ماؤں کی گود میں بیٹھے ہوئے۔

(۵) بی بیوں خاک بسر چادریں سر پر نہیں، جلے ہوئے خیمہ کے قریب
مشغول عبادت اور سائیں سائیں کرتی ہوئی رات کا سناٹا۔ جناب
زینب اور ام کلثوم اس شکست خوردہ شام میں پہرہ داری پر مامور

ہیں۔ ایک طرف فتح و ظفر کا شور اور عیش و طرب کے قہقہے دوسری
طرف کرب۔ آہ۔ خاموشی کبھی فراز آسانی سے باتیں کرتی ہوئی
نگاہیں کبھی زمین پر چھائے ہوئے، سکوت پر جمی ہوئی نظر ہیں۔
یہ آمنے سامنے کا منظر نہ کبھی کسی زمانہ میں نہ کسی جگہ پایا گیا ہے نہ دیکھا گیا
ہے۔ نہ سنا گیا ہے اور نہ کبھی سنا جائے گا۔ دیکھیں اس شکست نے اس
قلت کے ساتھ اتنی بڑی کثرت کے سامنے جو رونما ہوئی ہے رفتہ رفتہ
کربلا سے دمشق تک پہنچتے پہنچتے صبح عاشور سے عصر عاشور تک
ہونے والے حادثہ نے کیسے کیسے بھرپور طمانچے یزید کے منہ پر مارے
ہیں۔ کس طرح اس کے لشکر نے ذلت و رسوائی کا منہ دیکھا ہے۔ کیسے پایہ
تحت دمشق میں یزید کی اس نام نہاد فتح نے اپنے ہاتھوں سے خود اپنے منہ
پر طمانچے مار رہی ہے اور اسی شکست نصیب فتح کی رگ رگ سے جو خون
قطرہ قطرہ ٹپکتا رہا وہی فتح یزید کے لئے دشنام بن کر رہ گئی۔ اور جسے شکست
حسین کہتے ہیں اسکے کشف و کرامات اور اسکی جلوہ نمائی سے عرش و کرسی
نے درود و سلام کے پیام زمین کربلا کو بھیجے ہیں۔

(۶) دنیا کی تاریخ میں نہ قدیم زمانہ سے لے کر آج تک اور نہ صبح
قیامت تک ایسی شاندار عظمت مآب، کائنات پر چھا جانے والی
تاثیر کی حامل، عقل و شعور کو جھنجھوڑنے والی، فکر کو پاکیزگی اور
تقدس کا درس دینے والی، انسانیت کے لئے سبق آموز سموات
میں تہلکہ مچا دینے والی اہل سموات کو غرق تحیر کر دینے والی وہ
شکست ہے جو آئینہ دکھا رہی ہے آل بو تراب کی اسلام پر
قربانیوں کا مصائب میں سلسلہ شکر خدا کا، اخلاق کی مظہر ہستیوں
کے جذبے کا، ہوش و خرد کی روشنی میں تیر تلوار اور تبر کے
سامنے ولایت کے معنی و مفہوم کی ڈھال بن کر ثابت قدم رہنے کا
اس آئینہ حقیقت میں سب کچھ صاحبان انصاف کو دکھائی دے رہا
ہے تو دوسری طرف یہ بھی دیکھئے کہ کوفے سے پچھتر سال کا
جوان حبیب ابن مظاہر اندھیروں کو چیرتا ہوا حرا اپنے بھائی، غلام

اور بیٹے کے ساتھ آزادی کا کلمہ پڑھتا ہوا حسین کے قدموں میں آگرا ہے۔ سعید کے قرباں گاہ کی طرف جولاں قدم، جون غلام کے سیاہ چہرے پر سے ایک نور کے ساطع ہونے کی تمنا، کو دو لہا بننے دیکھنا، یہ سب اس آئینہ حقیقت میں دکھائی پڑ رہا ہے یہ وہی شکست ہے جو کربلا میں سچ کر جلوہ گر ہوئی تو اپنے اور غیروں نے سب نے دیکھا یہ آسمان جناب شکست ہے۔ اسی شکست کے عنوان کے تحت انبیائے ماسبق کے ماتھے سے ٹپکتے ہوئے پسینوں سے ان کے استعجاب کی داستانیں لکھی گئیں۔ اور اوصیاء کے صبر و استقلال کی ثبات قدمی نے قلم کو قرطاس پر جنبش تحریر حق گوئی کا حوصلہ دیا۔

(۷) معاویہ کی گہری سیاست اور اس کی زندگی کے آخر لمحہ پہلے یہ دیکھیں محاسبہ کریں نظر میں رکھ لیں کے یزید کون اور کیسی سلطنت کا بادشاہ تھا۔ پھر دیکھیں دمشق جو شام کا پایہ تخت تھا اور یزید ابن معاویہ بادشاہ وقت تھا۔ اس کی شکست کے اسباب کیسے پیدا ہوئے۔ معاویہ ابن ابوسفیان کی فتنہ انگیز زندگی کا آخری سال تھا۔ چونکا دینے والی بات یہ ہے کہ معاویہ کی بادشاہت میں سیاسی داؤں پیچ پر اسلام کا لیبل ضرور تھا مگر حکمت عملی راہوں کے دانشور سر جان (Sir John) کے مشوروں کے تحت تھی۔ آج بھی وہابی تبلیغات کے مرکز کی اساس اسی فکر کے تحت ہے۔ راہوں کا نظام حکومت گر جاگھر کے پاپاؤں کے ہاتھ میں تھا۔ یہ قوم بڑی چالاک خون آشام، دور رس ایسے سوچے سمجھے منصوبوں کے تحت اسلام دشمنی کی طرف ہر ممکن اقدام میں مصروف کار رہتی تھی جس کی مثال ساری دنیا میں قائم ہے۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی شہرت، پیش قدمی اور انسانیت، شرافت، اخلاقیات اور فلاح و بہبود عامہ کے تانے بانے سے بنی ہوئی تہذیب جسکا مدار آسمانی سلسلوں اور ولایت معصومین علیہم السلام کی رہبری، ہدایت اور قرآن مجید کی آیتوں کی روشنی میں روئے زمین پر پھیل رہی تھی کب بھلا اہل راہبان اسے ہضم کر سکتے تھے۔ معاویہ کے دور میں انھیں اپنی تہذیب اور کلچر اور انداز فکر عامہ پر اثر ڈالنے کا موقع

اچھا ملا اور اچھی طرح فراہم ہوا۔ میدان مباحلہ سے لے کر جنگ نہروان تک کے عوامل ان کے سامنے مشاہدہ اور عمل کے لئے موجود تھے۔ چنانچہ مالک اشتر کی شہادت عمر و اعاص نے ایک راہب کی وساطت سے انجام دیا۔ معاویہ امور سلطنت کے چڑھاؤ اتار اور سیدھے سادھے مسلمانوں پر اپنی حکومت کی حدوں کو عرب کے بڑے خطے میں وسعت دینے کے لئے انھیں عیسائیوں کے دانشوروں سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ اس لئے اپنی حیات میں دیکھا تھا کوفہ ایک ایسا شہر ہے جہاں علی علیہ السلام نے اسلام کی الوہی تہذیب اور معصوم رہبروں کی قیادت کے..... آثار و برکات پیدا کر دیتے تھے۔ اور ولایت کا سبق رحبا کے میدان میں ایک بڑے مجمع میں دہرایا تھا۔ اس شہر میں معاویہ کا اثر زائل ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ حرام حلال کی پہچان اور شراب نوشی جیسی منحوس چیزوں سے پرہیز، عبادت، قرآن کی تلاوت اسکی تفسیر، زنان کوفہ میں حضرت زینب کی سیرت اور تعلیمات اہل بیت کا درس عام ہو رہا تھا۔

شہزادی زینب کبریٰ علیہا السلام کا وہ خطبہ جو دربار یزید میں دیا اسے یہاں ٹھہر کر اس لئے دے رہا ہوں کہ قارئین اندازہ لگائیں کہ شہزادی کی تقریر میں فصاحت و بلاغت علمی کس پایہ کی تھی اور آپ کتنی شجاع اور حالات کے مد مقابل کس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ اور آپ کی تبلیغات کوفہ میں علمی اور اخلاقی درس دیتے وقت کیسی محیر العقول رہی ہوں گی۔ اس سے آپ کی سیرت کی ایک ہلکی سی جھلک جو سامنے آجاتی ہے

(۸) اے یزید! کیا تو نے زمین و آسمان کے راستے ہمارے لئے اس طرح بند کر دیئے ہیں کہ کہیں بھی ہمارے لئے راستہ نہیں ہے۔ اور ہم جہاں بھی ہوں گے تیرے قیدی نظر آئیں اور تو اس ظاہری غلبہ کو اپنے لئے اللہ کے نزدیک عزت اور ہمارے لئے ذلت تصور کرتا ہے۔ اور تو متکبر ہو کر اپنی ناک لمبی کئے بیٹھا ہے اور خوش ہو رہا ہے کہ یہ دنیا صرف تیرے اختیار میں ہے اور تیرے کاموں کے لئے بنائی گئی ہے۔ اسی لئے ہماری مملکت و حکومت کو اپنی ذاتی اور دائمی جاگیر سمجھنے والے کیا تو اللہ تعالیٰ کا

فرمان بھول گیا ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِتْمَانًا لَّهُمْ خَيْرٌ وَلَا نَفْسِهِمْ إِنَّمَا نَمْلِي
لَهُمْ لِيَذَّبَ أَثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ.

(آل عمران)

”اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہم جو ان کو ڈھیل دیتے ہیں وہ ان کے لئے ماسوا اس کے نہیں ہے کہ ہم انہیں اس لئے ڈھیل دیتے ہیں تاکہ یہ گناہ اور بڑھالیں اور ان کے لئے ذلت دینے والا عذاب ہے۔“

پھر ہم اپنے مقصد کی طرف قارئین کو متوجہ کرتے ہیں یہی وجہ تھی کہ جب یزید برسر اقتدار آیا تو اس کو کوفہ کی فکر لاحق ہوئی۔ روایت ماسبق کے تحت اس نے سر جان جو معاویہ کے زمانہ سے مشیر کار تھا طلب کیا۔ اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ سر جان نے معاویہ کا تحریر کردہ ایک وصیت نامہ یزید کو دیا۔ جس میں یہ تحریر تھا کہ جب کوفہ میں انتشار پیدا ہو اور لوگ حکومت کے خلاف چرچہ کرنے لگیں تو ابن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کی بھی امارت و اسارت دیدینا۔ وہ اپنے ظلم و استبداد اور سیاسی حربوں اور عوامل کے ذریعہ اپنے قابو میں لے آئے گا۔ یہ معاویہ کا ہدایت نامہ یزید کے زیر نظر رہا۔ اسی نظریہ کے تحت اس نے عبید اللہ کو مطلع کیا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ آل ابوسفیان کا بھرپور انتقام آل ابو تراب سے لیا جائے جسکی فرد فرید حسین بن علی ہیں۔ (تاریخ مدینہ دمشق،، تاریخ ابن الوردی، معجم الکبیر، سیر تواریخ مندرجہ بالا آئینہ داری کرتی ہیں کہ گوجملے اور بیان میں اپنی ادائیگی کے لحاظ سے مختلف ہیں لیکن سب نے اسی متن اور مطالب کو زیر قلم لانے کی کوشش کی ہے۔ آلوسی، بلاذری، طبرانی نے وہ خط جو یزید نے ابن زیاد کو لکھا ہے اسے بھی نقل کیا ہے حسین اپنے قافلے کے ساتھ کوفہ کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔ یہ تیری ذمہ داری کا امتحان ہے اگر حسین کو قتل کر دیا تو پھر تو اور منصب دار قرار پائے گا اور محترم ہو گا ورنہ تو وہی گننام بے وقعت اور ولد الزنا قرار پائے گا۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ کہنا کہ یزید ابن معاویہ ابن ابوسفیان معمولی فراست یا عقل نماشہ نکرہ کا حامل تھا۔ وہ فقط اوباش اور فاسق اور فاجر ہی

نہیں تھا۔ بلکہ اس کے ساتھ اس نے محرمات کے ساتھ بدکاری کی اس نے حرام و حلال کی پہچان مٹادی یہ سب خباثت اس پر جہاں منتھی ہوتی ہیں وہیں معاویہ کے طرز حکومت اس کے عقیدہ اور مقصد کو بھی خوب جانتا تھا۔ اس واقعہ کربلا کے حادثہ ہونے کے پس منظر میں طاقت اور ابلاغ باطلہ کی زبردست گرفت کا اسے پورا یقین تھا شام میں جمعہ کی نماز اگر بدھ کو پڑھادی جائے تو کوئی ہنگامہ برپا نہ ہو گا۔ علی علیہ السلام کی نسبت مرسل اعظم سے اگر اذہان شامیان سے مٹادی جائے تو کوئی تعجب خیز بات نہ تھی۔ کربلا کے حادثہ کے پیچھے خود عرب اور عجم تک پھیلی ہوئی سلطنت کی ہی طاقت نہ تھی بلکہ یہودی اور عیسائی کے دماغ کے بھی عوامل پوری طرح اسلام دشمنی میں شامل تھے۔ یہ اتنی بڑی مہم اس اعلان کے مقابل میں تھی۔ ”مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ“ یا ”وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ“ یا اتباع خدا اور رسول اور اولی الامر یا مودت اہل قریبا یا اسکی اطاعت کرو جو حالت رکوع میں ذکات دے۔ تقریباً معانی و مطالب ابلاغ باطلہ کے ذریعہ جب ذہن سے محو کر دیئے گئے یا آسمانی کتاب نیزوں پر بلند کرنے تک حرمت کو رکھ دیا گیا تھا اس وقت مطالبہ سر حسین وجود میں آیا اور امام حسین علیہ السلام نے اتنی بڑی طاقت کا مقابلہ کربلا میں کیا تھا۔ ورنہ یزید کی کیا مجال تھی کہ وہ بھرے دربار میں کہنے کی جرأت کرتا نہ کوئی وحی آئی نہ کوئی دین یہ تو بنی ہاشم کا چایا ہوا کھیل تھا۔ امام حسین علیہ السلام یزید کے اسی نشہ کو اس کے بھرے دربار میں اس طرح اتارا کہ اسکے سامنے جہنم کے آگ کی لپٹیں اور اس کے شعلوں کی لپکیں اسی دنیا میں دکھائی دینے لگی تھیں۔ (وہ اسباب و علل جو یزید کے پاس تھے اسکا تفصیلی جائزہ وہی لے سکتا ہے جو اپنے اور غیروں کی تواریخ کو بہت غور سے پڑھے اور بین السطور میں چھپے رازوں کو درک کرے) آئیے دیکھیں دمشق میں کیسے یزید کی فتح اسی کے لئے شیشہ کے چکنا چور ٹکڑوں کا بستر بن گئی۔

۱۔ ہلچل شہر دمشق میں: جیسے ہی قافلہ اسیران کربلا شہر دمشق پہونچا اسے بیرون شہر روک دیا گیا۔ یہ حکم یزید کی طرف سے نشر کیا گیا کہ شہر میں آئینہ بندی کی جائے گھر اور دوکانوں کو سجایا جائے۔ ابھی کچھ لوگ سجاوٹوں اور آرائشوں میں مصروف ہی تھے کہ قافلہ اسیران کربلا اور سرہائے شہیدان کربلا شہر دمشق میں داخل ہوا قافلہ کے ساتھ سہیل

صحابی رسول، سلیم کوئی اور حمیدہ بنت حبیبہ بھی چل رہے تھے۔ ان لوگوں نے وہاں کے ان افراد سے اس طرح دریافت کیا یہ مصیبت زدہ قافلہ جس میں بچے ہیں اور عورتیں ہیں اور بیمار زنجیر میں جکڑا ہوا ایک جوان ہے کون ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا خلیفہ یزید کے خلاف ان لوگوں نے خروج کیا۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہ نبی زادیاں ہیں جو رسن بستہ ہیں اور یتیم بچے آل محمد علیہ السلام اور اصحاب امام حسین علیہ السلام کے ہیں۔ وہ جوان جسے زنجیر پہنائی گئی ہے نواسہ رسول امام حسین علیہ السلام کا فرزند علی ابن الحسین علیہ السلام ہے تو یہ خبر ایک طرف دوسری طرف مرسل اعظم کی سیرت کے مرتعہ جو پایہ زنجیر اور رسن بستہ تھے اور طفلان یتیم کے گرد سے اٹے چہرے تھے یعنی ایک انقلاب کی لہر دوڑ رہی تھی۔ وہ بے خبر اور شکم پرور شامی جوان جن کی ایک بڑی تعداد ہے جو کربلا میں بہتر جیالے شہیدوں کے ہاتھ واصل جہنم ہوئے تھے ان کے گھر میں چراغاں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسری طرف کوفہ میں بے چینی، تلاطم، نوحہ خوانی ہر ہر گھر میں پپا تھی جسکی خبر شام پہنچ رہی تھی۔ تبلیغات باطلہ عوام میں چاہے جتنا ڈھول پیٹ لے نظریات میں تبدیلی کی سیاہی اس وقت چھٹ جاتی ہے جب تاثرات و برکات کے زبردست عوامل کا غلبہ ہوتا ہے۔ تمام سفر میں صبح ہوتی تھی مایوسیوں کا لباس پہنے ہوئے۔ دوپہر ماتم کرتی ہوئی سہ پہر ڈھلتی تھی دل کی رگوں کو توڑتی ہوئی اور ان کیفیات شب و روز میں تماشا نیوں کا ہجوم جس میں علی علیہ السلام کی شیر دل بیٹی کی مناسب جگہ رک رک کر مقصد شہادت حسین اور حسین علیہ السلام کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے آپ کی نوارانی خلقت اور منشاء الہی سے وہ منزلوں کا فراہم ہونا جہاں حضرت عابد علیہ السلام سے آیہ مودت کا نزول مرسل اعظم ﷺ کے جگر گوشوں کے لئے ہوا تھا۔ حفاظت دین کو اجنبت کے مکرو فریب اور باطل کی چالاکیوں اور خونریزیوں کے باوجود بچا کر نکال کر لانا یہ مشیت خداوندی تھا جہاں سورہ توبہ کی آیت نمبر ۳۲ کہ اللہ کے نور کو پھونکو سے نہیں بجھا سکتے۔ وَيَا بِيَّ اللَّهُ اَلَا اَنْ يُنَبِّئُكَ وَكَوْكَرَا الْكَافِرُونَ۔ اور یہی وہ مقامات ہیں جہاں اولی الابصار، اولی الابرار، صالحین، مومنین، عبادت گزاران اور معرفت الہی کی طرف متوجہ انصاف کرنے والے افراد اللہ کی قدرت اسکا قادر مطلق ہونا۔ اسکی ذات بالصفات کے قائل ہو جاتے ہیں مشاہدہ

کرتے ہیں۔ ورنہ کیسے سمجھ میں آتا اجتماع ضدین محال اور بشری طاقتوں کے لئے ناممکن ہے لیکن ممکن الوجود کے لئے ممکن ہے محال نہیں ہے۔ خدا کہتا ہے ہم ان بندوں کو زمین کا وارث بنائیں گے جو کمزور کر دیئے گئے ہیں سابق انبیاء علیہم السلام سے لے کر ختم المرسلین تک ہر عہد میں حکومت اور بادشاہت کے تاجوں کو تنہا اللہ کے فرستادوں نے صبر، استقامت، راستی، ارتقا اور ابلاغ مبین سے انھیں کے سروں پر توڑ دیا آتش نمرود کا گلزار ہونا۔ فرعون کی داڑھی پکڑ کر ایک شیر خوار بچہ کا زبردست طمانچہ مارنا اور محفوظ رہنا یہ سب انبیاء کے معجزات اگر جمع کئے جائیں جہاں ناممکن ممکن نظر آئے۔

امام حسین علیہ السلام کے سربریدہ کا قرآن کی تلاوت کرنا

امام حسین علیہ السلام کا سربریدہ جو نیزہ پر نصب تھا اسکا اصحاب کہف کی آیت ۹ (اے رسول! کیا تم نے جانا کہ اصحاب کہف و رقیم ان آیتوں کے مقابل میں ایک عجیب واقعہ ہے) تلاوت کرنا اور کوئی ایک مرتبہ نہیں بلکہ تمام سفر میں اور دربار میں یعنی مشیت الہی تھی کہ خوب اچھی طرح پہچان لو! یہ حسین وہ ہے جس سے رسالت بالغہ کا خورشید طلوع ہو کر غروب نہیں ہوگا اگر اس معجزہ کے بعد بھی آنکھ نہیں کھلی تو عاقبت جہنم کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ چنانچہ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام کا سفر، دربار ابن زیاد (لعن) سے لے کر دربار یزید تک یہ کشف کرامات بلاغ مبین کی آسمانی طاقت سے بے خبری اور غفلت کے پردوں کو ہٹا رہے تھے اور پھر اگر یقین نہ آئے تو خدا نے تو کہہ ہی دیا ہے کہ ان آنکھوں پر آہنی پردے ڈال دیئے ہیں۔

افسوس اس بات کا ہے کہ یہ روایت صرف علمائے شیعہ جیسے شیخ الطائفہ علامہ طوسی، علامہ مجلسی، شیخ صدوق نے ہی نہیں بیان کیا ہے جس کی بنا پر دشمنان اہل بیت علیہم السلام یہ کہیں کہ اپنی طرف سے بر بنائے عقیدت سست روایت کو قلمبند کیا ہے۔ بلکہ تمام علمائے کبار اہل سنت جیسے طبری، مصنف تاریخ مدینہ دمشق، تفسیر ابن کثیر سیوطی، ابن حجر نے اپنی تاریخ میں سب نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور عقل کے مارے امت مسلمہ

کے عوام صرف تعجب سے منہ کھول کر سن لیتے ہیں لیکن وہ یقین نہیں کرتے۔ سچ ہے دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور علامہ اقبال کا یہی رونما تھا کاش مسلمان بھی ایک ہوتے۔ علامہ موصوف نے اپنی وصیت میں اپنے عقیدہ کی وضاحت کر دی کہ وہ ایک سنی مذہب کے فرد ہیں اور وہی شہادت امام حسین علیہ السلام پر نوحہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں **نقش الا اللہ ہر صحرانوشتر سطر عنوان نجات مانوشتر۔ الغرض فتح یزید کو جسے امام حسین علیہ السلام کی شکست کہتے ہیں اس طرح رسوا اور ذلیل کیا ہے کہ اسکی سیاہ روئی کو لاکھ چھپانا چاہیں لیکن چھپائے نہ بنے گا۔ صاحبان عقل و انصاف اگر اپنی عقلی اور منصفانہ صلاحیتوں کو طاق نسیاں میں ڈالیں تو بقول غالب اسے کیا کہنے؟ چار واقعات و حادثات جو تاریخ میں روز روشن کی طرح نمایاں ہیں بڑی دیدہ دلیری خود رائی اور فکر کی معصیت زدہ اُچھ کے ساتھ بغیر کسی مضبوط سند کے مٹانے کی کوشش میں صاف صاف صف منکرین میں آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ۱۔ شبلی نے واقعہ قلم و قرطاس کے متعلق لکھا کہ واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ سید ابوالحسن ندوی نے المرتضیٰ میں مولائے کائنات کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی اقرار کے ساتھ اس کی فضیلت کو فضیلت امیر المومنین قرار نہ دیتے ہوئے انکار کرتے ہیں اور ایک گھسی پٹی کسی اور کی ولادت کا ذکر کرتے ہیں جسکا جواب نہایت مضبوط دلیلوں کے ساتھ ادیب الہندی طاب ثراہ نے اپنی کتاب ”امام علی“ میں نہایت واضح طور پر دیا۔ خدا ابن تیمیہ کو نہ بخشنے اور بے شک کبھی نہیں بخشنے گا جس نے دو واقعہ کو پس پر دا ڈالنے کی کوشش کی۔**

(الف) واقعہ غدیر کو جس کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ حدیث غدیر آدھی ضعیف ہے اور آدھی باطل ہے۔

(ب) واقعات اور حادثات جو دربار یزید دمشق میں گذرے جس کے لئے وہ کہتا ہے کہ اسیران کر بلا اور سرہائے شہدان کر بلا دمشق میں لائے ہی نہیں گئے۔ (اگر ایسا ہے تو وہ سب تاریخیں جو سنی علماء نے لکھی ہیں انہیں ان کے قلم فکر اور حق شناسی کے منکر کی حیثیت سے نذر آتش ان کے وجود کے ساتھ کیوں نہیں سمجھتے۔

خلاصہ: مندرجہ ذیل عوامل وہ بھرپور اسباب و علل فراہم کرتے ہیں جن

سے یزید کی فتح کو اسلام کی بیخ کنی کی سعی لاحاصل کی بنا پر ایسی شکست فاش محافظان اسلام نے دی ہے جو آغاز سال اسلامی کے دس روز تک بہ بانگ دہل آج چودہ سو برس سے منائی جاتی ہے۔ اور یزید و حامیان یزید اور خائن اور نام نہاد علماء کے شور و غوغا کو ان کے گلے کی ہی پھانس بنا کر ڈال دی جاتی ہے۔

۱۔ امام حسین علیہ السلام کا سر بریدہ نیزے پر بلند ہو کر اصحاب کہف کی تلاوت کرنا۔

۲۔ خطبہ امام سجاد علیہ السلام خطبہ جناب زینب کبریٰ علیہا السلام

۳۔ امام سجاد علیہ السلام کا استدلال قرآن کی آیتوں کے ساتھ

۴۔ اقامہ عزرا نوحہ، شہزادیوں کے ساتھ زنان دمشق کا۔

زمانہ گذر تا گیا۔ ایک صدی اپنے آثار و برکات، حادثات و واقعات، ابتلا اور امتحان کی وہ داستان جو کر بلا میں الہ کے شروع ہوتے ہی وقوع پذیر ہوئی تھی ہر سال اس کا غم، اس کا درد، اس کی کراہتی ہوئی دلسوز آوازیں تمام گوشہ ہائے عالم ماہ محرم کے آغاز میں سنائی دینے لگتی ہیں۔ اور کیوں نہ ہو فرزند حسین امام عصر علیہ السلام غیبت میں معلوم نہیں کتنے رازہائے سر بستہ کا امین ہے جسکے سرفہرست برناموں میں انتقام خون حسین جلی حرفوں سے درج ہے اور ہر سال وہ اپنی تمام سوگواریت کے ساتھ تمام عزاداروں کا پرسہ قبول کرتا ہے۔ اسکی خلافت الہیہ کا دربار سجا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جب قصر یزید میں اس وقت کا ذکر آیا ہو گا تو ہر سال آپ کے دربار میں کھرام مچ جاتا ہو گا۔ وہ کون سا وقت ہو گا قارئین کرام بھی دل تھام کر سن لیں۔ جب سر امام حسین علیہ السلام قصر یزید میں لایا گیا تو اس سر مبارک کو عاتکہ بنت یزید اور مادر یزید ابن عبد الملک نے اس سر کو دھویا۔ اور خوشبو لگائی اور بچوں اور بی بیوں نے اس کی زیارت کی ام المصائب عاتکہ بنتی ہاشم پیکر صبر و رضائے بھائی کے رخسار پر اپنا رخسار رکھ کر جب گریہ کیا ہو گا تو کیسا دلسوز منظر رہا ہو گا۔ یا اللہ میرے ولی اور سرپرست امام کے سامنے جب وہ واقعہ آئے تو اپنی کبریائی کے صدقے میں ان کی نصرت فرمانا اور ہم سب کو ان کے اعوان و انصار میں شمار فرما۔

گو نج رہی ہے۔ اے ہم سب کے پیارے حسین خواجہ نے آپ کو دین ہی نہیں بلکہ دین پناہ بھی کہا اس تکرار کا راز کیا ہے۔ شاید جو اب ملے علی اصغر کی ننھی سی زبان سوکھے ہونٹوں پر پھرتی ہوئی، جلا ہوا جھولارباب کی اساس حیات، سکینہ کا جلا ہوا گرتا، قاسم کی ٹکڑے ہوئے جنازہ، علی اکبر کے سینے سے ابلتا ہوا خون، عباس کے کٹے ہاتھ، حسین کا نوک نیزہ پر بلند سر تاریخ بول رہی ہے کہ بہت سے اور غلاموں کی روزِ عاشورہ ایثار و قربانی سعید کا چھلنی کلیجہ، زہر قین کی شہادت، حبیب و شبیب جیسے جاں نثاروں کی شجاعت و دلیری، حر کے زخمی سر پر رومالِ زہرا علیہا السلام، حضرت عبداللہ علیہ السلام کی زنجیروں کے ساتھ سجدہ معبود میں شکر گزاری، کوفہ و شام کے دربار میں ظلم کے چہرے کو سیاہ کر دینے والی مظلومیت اور ام المصائب جناب زینب علیہا السلام کے خطبے۔ ایک فہرست ہے اس لشکر کی جو دین اسلام کی پناہ گاہ کے لئے تاصح قیامت کافی ہیں جس فہرست کے سرورق حسین کی آخری وصیت جو اپنی بہن سے کی ہے بہ عنوان جلی لکھ دی گئی ہے ”بہن مجھے نماز شب میں کبھی فراموش نہ کرنا۔“

ہو سکتا ہے کچھ لوگوں کو راہب کے واقعہ کی سندیت پر اعتراض ہو لیکن سید الشہداء نواسہ رسول نور عین بتول خالق کی بارگاہ میں اس قدر عظیم ہیں کہ ان کی بات ٹالی نہیں جاتی ہے۔

زندگی ہے برسر آتش فشانہ یا حسین

آگ دنیا میں لگی ہے آگ پانی یا حسین

میں عطا فرمائی ہیں۔ اکبر اعظم شہنشاہ ہند نے ایک اولاد مانگی تھی صرف ایک اولاد اگر اس اولاد سے بقائے سلطنت مانگی ہوتی تو شاید وہ بھی مل جاتی وہ اس کو عطا کی گئی لیکن اگر ذرا حسین کا واسطہ دے کر بقائے سلطنت مانگ لیا ہوتا تو عہد بہ عہد مغلیہ بادشاہت عروج سے زوال کی طرف نہ ڈھلکتی۔ حسین حسین ہیں۔ کربلا میں اپنے خطبہ میں کئی مرتبہ فرمایا اگر تم لوگ سوالی بن کر آئے ہوتے تو اے گروہانِ اشقیاء میں میرے بیت الشرف میں خدمت گزار ملائکہ کے پران کی خوشبو سے تمہاری بند آنکھوں کو کھول دیتا۔

آج امام حسین علیہ السلام کی ضریح مبارک کے پاس ایک جگہ معین ہے۔ دور کعت نماز کے بعد اس جگہ حاجت مند پہلی دعا اللہ کی بارگاہ میں کرے گا اس کی قبولیت کی ضمانت مولا حسین علیہ السلام نے لی ہے۔ کربلا کا یہ شرف، یہ عظمت، یہ بزرگی، یہ کمال، یہ معجزہ، یہ میر العقول دعویٰ، یہ رابطہ آسمانی، یہ لوح قلم کی تحریر پر تحریر کی قدرت ایک عام اعلان ہے جو تمام دنیا میں جہاں جہاں حسین علیہ السلام کے ماننے والے ہیں سب کا پیمانہ ہے۔ کوئی چھپی ڈھکی بات نہیں اس اعلان میں کوئی اختصاص نہیں ہے۔ شاہ ہو یا گدا صرف اتنی سی شرط ہے کہ دل حسین علیہ السلام کی محبت کا ملین ہو کبھی اس کے دو قطرے آنسو کے رومالِ مادر حسین علیہ السلام میں جگہ رکھتے ہوں۔ آج لاکھوں کا مجمع ہے جو ضریح اقدس کے پاس ٹوٹا پڑ رہا ہے۔ ہر عقیدت مند کی پہلی دعا قبول ہوتی ہے کوئی دامن خالی واپس نہیں آتا کوئی سلطان کو ضرورت نہیں ہے کہ پابہ زنجیر چلے، دست رسن بستہ چلے، سر ننگے چلے یا پیادہ چلے، اشک ریزاں چلے، خاک بہ سر چلے، دل پریشاں چلے، نہیں نہیں یہ اس کریم آقا کا دربار ہے جہاں چاہنے والوں کے قافلے بس چلے آرہے ہیں۔ چاروں طرف یا حسین یا حسین کی آواز

کا دور رسالت ہے۔ مدینہ مسلمانوں کی شریعت اور قانون الہی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ مسجد نماز گزاروں سے بھری ہوئی ہے۔ مسجد نبوی کے پاکیزہ صحن میں اللہ تعالیٰ کا محبوب نبی جلوہ افروز ہے۔ زنانوں پر نواسہ رسول جسکا اسم گرام حسینؑ ہے تشریف فرما ہے۔ ایک شخص ایک عرب راہب داخل مسجد ہوا دوزانو کریم آقا کے حضور میں بیٹھ گیا۔ اس کے پاس سب کچھ تھا اور کچھ بھی نہیں تھا صاحب دول تھا۔ بڑا سا گھر جس میں کئی کمرے، سامنے صحن اور پائین باغ بھی، اسباب رزق کثیر تھے۔ ملازم اور غلام بھی تھے۔ لیکن بن اولاد گویا کچھ بھی نہیں تھا۔ صحن اور کمروں میں سناٹوں کا بسیرہ تھا۔ زندگی سپاٹ گذر رہی تھی نہ قہقہے گونج رہے تھے نہ اولاد کی محبت میں دل کی کسک کروٹیں لے رہی تھی۔ جینا ہے اس لئے جی رہے ہیں مرنا ہے اس لئے مرجائیں گے۔ وہ کہتا ہو گا یہ بھی کوئی زندگی ہے غم کی ماری زندگی حضور سرور کائنات کے حضور میں اپنی ساری مایوسیوں سمیٹ کر حاجت روا کے پاس اپنی حاجت بیان کر رہا ہے۔ اے اللہ کے نبی میری زندگی صحر اور بیابانوں کی طرح خاموش ہے اسے آباد کر دیجئے۔ میں راہب ہوں لیکن ایسا لگتا ہے کسی غیبی طاقت نے مجھے یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ ایک اولاد کی تمنا ہے۔ آپ اگر اللہ کے حبیب اور رسول ہیں آپ دعا کریں گے تو ضرور قبول ہوگی اور ایک اولاد سے میرا گھر خوشیوں کا گہوارہ بن جائے گا۔

مرسل اعظم نے غیب کے پردوں کو ہٹایا اس کی تقدیر کا لکھا پڑھا۔ جواب دیا تیری قسمت میں اولاد نہیں ہے۔ کاتب تقدیر نے تیرے مقدر میں اولاد نہیں تحریر کیا ہے زنانوں پر بیٹھے ہوئے حسین نے نانا کا چہرہ دیکھا۔ کہا ہو گا راہ خدا میں شہادتوں کی طویل فہرست رکھنے والے کے سامنے سے سائل خالی ہاتھ جا رہا ہے۔ یہ مجھے گوارا نہیں اور لب کشا ہوا۔ ”نانا میں نے اسے ایک اولاد عطا کی“ نانا نے جواب میں کہا۔ میرے دل بند اسکے مقدر میں اولاد نہیں ہے۔ حسین علیہ السلام نے جواب دیا نانا میں نے دو اولاد دیئے جب نانا اور نواسے کی بات سات اولاد تک پہنچ گئی سائل نے کہا اے میرے حسین میرا دامن مردوں سے بھر گیا۔ زمانہ گذرتا گیا سائل کی سات اولاد جوان ہو گئیں۔ اے ہندوستان کی مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی زمین پر حکومت کرنے والے عظیم شہنشاہ تو زمین کے ایک خطہ پر حکومت کرنا ایک عہد اور کچھ زمانے کے دور تک ہی جانتا ہے تو کیا جانے جہاں تو ایک فقیر اور سائل کی صورت پابہ زنجیر چلا جا رہا ہے صرف اتنے کم شعور کے اجالے میں جانتا ہے کہ وہ خدا رسیدہ بندہ ہے۔ محبوب بارگاہ الہی ہے لیکن یہ نہیں جانتا وہ جس کے آگے دامن پھیلائے کھڑا ہے وہ بشر ہے یعنی اس کی خلقت بشری و خاکی ہے کسی کی محبت میں ڈوب کر ابھرا تو وہ ایسا بن گیا جسکے در پر عظمت سلطانی اور سطوت شاہی کا تاج سر سے اتار کر اس کے مزار پر جا رو بہ کشتی کرتے ہیں۔ یقین نہ ہو تو اس کے مزار پر جسکی محبت نے ذرہ سے آفتاب بنا دیا جھوم جھوم کے جو شعر پڑھتا تھا آج تک لکھا ہوا ہے۔ کافی تھا اگر وہ کہہ دیتا حسینؑ دین (اسلام) ہیں تھا مگر نہیں آگے کہتا جا رہا ہے دین (اسلام) کی پناہ گاہ ہیں۔ اے عالم اسلام کے مسلمانوں کان دھر کے سنو عقل و خرد کو تکان دو صرف دین کی پناہ گاہ کہہ کر اکتفا نہیں کیا بلکہ محبت حسینؑ میں سرشار حقیقت آشنا ملکوتی بستوں کا سیاح قرب الہی کی منزل کی طرف جانے والا مسافر حسینؑ کی خلقت نوری کی کتاب کا متعلم معرفت قدرت خداوندی میں خلاق عالم کی شاہکار خلقت حسینؑ کے نور سے جب ایک نور کی کرن نے ولایت تکوینی کی روشنی دیکھی تو متحیر ہو کر کہہ اٹھا۔ حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ قسم ہے حق کی لا الہ کی بنا ہے حسین۔

افسوس ہے اس مزار سلیم چشتی رحمۃ اللہ الیہ پر گروہ درگروہ دور دراز کے فاصلوں کو طے کرتے ہوئے ہری اور سرخ چادریں قبر پر چڑھانے کے لئے زائر چلے آتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ یہ شرف یہ منزلت، یہ کشف و کرامات، یہ معجز نمائی اللہ تبارک و تعالیٰ نے کس کے طفیل، نے اور کہہ، کاوشوں، کا صلہ..... بقیہ صفحہ نمبر ۲۵ پر